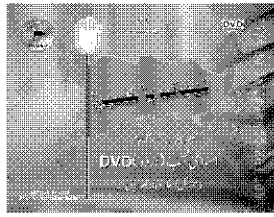


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

احقر رسالت

جَب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے
ہنّت زہراؤ تیرے پردے کا خیال آتا ہے

کلام: اختر سید عتیق

ترتیب: معصومہ بیگم

احلامہٗ جِ الصّٰلِحِیْنَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احمر رسالت

ہے شام میں چرخاں اور وقتِ شام بھی ہے
ہے قیدیوں میں زینبؓ لوگو دیے بوجھالو

کلام: اختر چنیوٹی
ترتیب: معصومہ بتول

ناشر

احلامہنگ ج الصالحین جناح ٹاؤن

ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب: اجر رسالت
 کلام: اختر چنیوٹی مرحوم
 ترتیب: معصومہ بتول
 پروف ریڈنگ: غلام حبیب، غلام حیدر چودھری
 ہدیہ: ۱۰۰ روپے
 اشاعت: جنوری ۲۰۰۷

طلبہ کا بیتہ

احیاء مہذبہ الخصال الحین لاہور

الحمد مارکیٹ - فرسٹ فلور - وکان نمبر ۲۰

اُردو بازار لاہور - 042-7225252

فہرست

- | | | |
|----|--|---|
| 8 | عرضِ ناشر | ① |
| 21 | ناقصِ مرآۃ ہے عاجزِ مرآۃ خیال | ② |
| 22 | ناوِ علیٰ پڑھتے ہم اے گردِ تسلیمِ خم | ③ |
| 24 | علیٰ وہ نام ہے مومن کا جس سے جی پہلے | ④ |
| 25 | رسن گلے میں ہوں ملبوس تار تار رہے | ⑤ |
| 26 | اے مظہرِ العجائب! تو شانِ کبریا ہے | ⑥ |
| 28 | جزو لاسنگِ حرم پر سر جھکانا ہے منع | ⑦ |
| 29 | قانونِ اہل ہیں قدرت کے انسان بدلتے رہتے ہیں | ⑧ |
| 31 | ہر اک شے مسافر ہر اک چیز فانی | ⑨ |
| 32 | خلافت کے منکر سے اک روز نس کر | ⑩ |
| 33 | چمک رہا ہے فرازِ عرشِ بریں پہ اسلام کا ستارا | ⑪ |
| 35 | صبحِ ازل کا نیزِ تاباں حسین ہے | ⑫ |
| 37 | اے بارگاہِ حضرتِ شبیرِ السلام | ⑬ |
| 39 | سلام اے شاہِ انبیاءِ سلامِ ختمِ مرسلین | ⑭ |

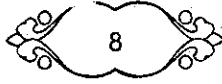
- 40 15 سرکارِ حسینیؑ کا علمدار کہاں ہے اے شامِ غریباں؟
- 41 16 روتی ہوئی خاک اُڑائی ہوئی آئی شامِ غریباں
- 42 17 کب فقیروں کی نظر میں طور ہے
- 44 18 فریاد سن فقیر کی اے ربِ ذوالجلال
- 46 19 زندان کی تنہائی میں جی بھر کے سیکھ رو لے
- 48 20 مجرئی قاصد بیمارِ مدینہ آیا
- 50 21 کوفہ کے رہنے والو میلہ نہ تم بنا لو
- 51 22 ہنداں نے بیمار کوں جس دم جگا لیں آن کر
- 52 23 لوٹا ہوا تھا قافلہ شام کی رہ گزرتھی
- 53 24 بے ردا بستِ علیؑ ہے شام کے بازار میں
- 54 25 تفسیریں فریادی ہے قرآن دہائی دیتا ہے
- 55 26 بے پردہ حرم ہیں ساتھ تیرے پردیسی دلیں پرایا ہے
- 56 27 کہتا جو کوئی عابد سے کہیں آرام بھی تم کو حاصل ہے
- 57 28 سورج سے ذرا کہہ دو پردے میں چلا جائے
- 58 29 سجاد سا کوئی بے خانماں نہ ہو
- 59 30 بے پردہ سر عام جو یہ پردہ نشیں ہے
- 61 31 اُڑاتی خاکِ ماتم کی مدینہ سے صبا آئی
- 63 32 نوکِ سناں پہ کون یہ قاری سوار ہے

- 64 معصوم سیکینہ نے دن چین کے کم دیکھے 33
- 65 ہم سفر جتنے تھے سارے جانب کوڑ چلے 34
- 67 بن میں پکاری فاطمہ مجھ کو ستا کے کیا ملا 35
- 68 زمین کر بلا شرب کے مہمانوں پہ کیا گزری 36
- 69 امت صاحب معراج کو قرآن ملا 37
- 71 ہم اس شہید جفا کا پیام کہتے ہیں 38
- 73 رخ سے منافقین کے اٹھی رہے نقاب 39
- 74 فرزندِ سیمبر پر یہ جو رو جفا کیوں ہے؟ 40
- 75 سیکینہ نے پوچھا یہ باچشمِ تروتو آتا ہے خالی اے راہوار کیوں؟ 41
- 76 شہیدانِ وفا کی یاد میں آنسو بہائے ہیں 42
- 78 ملت شہیدِ ظلمِ غریب الدیار میں 43
- 80 مقتل کی طرف لاشہ شبیرؑ کو دیکھا 44
- 82 اے مجرئی دشتِ بلا میں تنہا فرزندِ علیؑ ہے 45
- 84 امت نے وفا کیا کی فرزندِ پیغمبرؐ سے 46
- 85 کر بل کے بیاباں پہ چھائی ہے اداسی 47
- 87 اے مجرئی مرنے کو رن میں ننھا سا مجاہد جاتا ہے 48
- 88 لے کے پھر پیغامِ غم ماہِ محرم آ گیا 49
- 89 ہمارا کام ہے شبیرؑ کا ماتم کیا کرنا 50
- 90 شبیرؑ بے نوا کا پُر درد ہے فسانہ 51

- 91 پردہ دارِ انبیاروتی رہی (52)
- 92 عباسؑ نامور کے لہو سے دھلا ہوا (53)
- 94 ٹھہر علی اکبرؑ ہمیں دولہا تو بنالوں (54)
- 96 سر دے کے جس نے غیرتِ اسلام کی بچالی (55)
- 98 یہ عبارت کربلا کی خاک پر تحریر ہے (56)
- 100 شبیرؑ نہ ہوتے تو اسلام کہاں ہوتا؟ (57)
- 101 خیموں کے آس پاس ہیں لاشے پڑے ہوئے (58)
- 102 ماتم شہیدِ راہِ خدا کا ثواب ہے (59)
- 104 جب کبھی غیرتِ انسان کا سوال آتا ہے (60)
- 106 صغرائے آنسوؤں کے کتنے دیئے جلائے؟ (61)
- 108 ویران ہے مدینہ آباد کر بلا ہے (62)
- 110 کعبہ اُداس خاکِ بسرِ جبرئیل ہے (63)
- 112 ہائے قاسمؑ تیرے سہرے پہ پھولوں کی جوانی روئی ہے (64)
- 113 دستار ہے حسینؑ کے سر پر رسولؐ کی (65)
- 115 بدلی میں گھرا ہے اسلام کا تارا (66)
- 117 بادلِ ستم کے چاند پہ زہراءؑ کے چھا گئے (67)
- 118 گلشنِ زہراءؑ میں ہے فصلِ خزاں آئی ہوئی (68)
- 119 یثرب کا مہمان کھڑا ہے (69)
- 121 شبیرؑ تری آیا ہے غربت کا زمانہ (70)

- 122 71 بیثرب سے ہیں آئے کر بل کو بسانے
- 123 72 صغریٰ کو محرم کا جب چاند نظر آیا
- 124 73 زینبؓ چلی وطن سے شہِ بے وطن کے ساتھ
- 125 74 چلے اس طرح پھڑکے شہِ کربلا وطن سے
- 127 75 گلشنِ آلِ پیغمبرؐ میں خزاں آنے کو ہے
- 128 76 جب کر چکا جہاں سے سفرِ آخری رسولؐ
- 130 77 دو جہاں میں آج ہے ماتمِ پاشمیرؓ کا
- 132 78 اُٹھی تھی سیفہ سے گھٹا حرص و ہوا کی
- 133 79 ماتم کی صداؤں سے زمانے کو ہلا دو
- 134 80 دشتِ غربت کو آبسایا ہے
- 135 81 یہ شہیدِ مصطفیٰؐ کی ہے اذانِ صبح گاہی





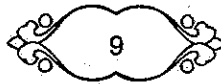
عرضِ ناشر

اختر چنیوٹی چنیوٹ کارہنے والا تھا، مگر آج ہمارے دلوں میں رہتا ہے۔ عرصہ ہوا وہ فرش کے بجائے عرشی مجالس عزاء میں شریک کے لیے ہم سے دور جا چکا ہے، لیکن اس کا کلام ہر محرم اور ہر ماتمی جلوس میں ماحول کو عزادار اور فضا کو سوگوار بناتا رہتا ہے۔ دراصل اختر نے اپنا تعلق اُن ہستیوں سے جوڑ لیا ہے جو ازل سے ابد تک پاکیزہ دلوں کے حاکم اور منزہ ذہنوں کے بآسی ہیں۔ جو آسانی راستوں کو زمینی راستوں سے بھی بہتر جانتے ہیں۔ جو خوش ہوتے ہیں تو تخلیق کائنات کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور غمگین ہوتے ہیں تو کائنات عالم غمگین ہو جاتی ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کے نمائندے، اُس کے رازوں کے امین اور اُس کی جانب سے مختار عام ہیں۔ جن کی رضا خدا کی رضا اور جن کا عشق عشق خدا ہے۔ تبھی تو اختر نے کہا تھا:

تیرے در پہ جب بھی اختر نے کیا سوال مولا

تیرا سوزِ عشق مانگا کبھی زندگی نہ چاہی

اختر دنیا کی عارضی زندگی کے بجائے ان مقدس ہستیوں کے عشق میں حیات دوام پا گیا۔ وہ حقیقتِ اسلام سے آگاہ ہو گیا تھا، اس لیے وہ ہمیشہ کے لیے حیطہ سلامتی میں آ گیا۔ فقہی اسلام حیطہ سلامتی ہے، جو دنیا و آخرت میں خدا کا برگزیدہ ہے جبکہ حسین علیہ السلام کی ہستی خود دین بلکہ دین پناہ ہے (معین الدین اجمیریؒ)۔ حضرت اقبال نے بھی کہا تھا۔



اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں
اک ضربِ یدِ الٰہی ایک سجدہ شیری
اور اختر اسی حقیقت کو پانے کے بعد پکار اٹھا تھا:

شیر نہ ہوتے تو اسلام کہاں ہوتا
نوحہ دنیا میں پیغمبرؐ کا پیغام کہاں ہوتا
اختر شیرؒ کا وہ خوان بن کر مہمان بن گیا۔ وہ سورج چاند ستاروں سے کلام
کرنے لگا اور انھیں اپنا پیغام بھیجنے لگا کیوں کہ وہ اختر حسین تھا۔
سورج سے ذرا کہہ دو پردے میں چلا جائے
زمبٹ کی اسیری کا افسانہ کہا جائے
حسینؑ اختر کی نس میں بس چکی تھی۔ وہ ہر دور کے یزید سے لڑنے کے
لیے انقلاب برپا کرنے کا خواہاں تھا۔ اقبال نے کہا تھا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
جراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی
تو اختر نے اس حقیقت کو شانِ حسینؑ سے معنون کر کے یوں امر کیا:

صبحِ ازل کا غیر تاباں حسینؑ ہے
فطرت شناس عالمِ امکاں حسینؑ ہے

دنیا پر کرد گار کا احساس حسینؑ ہے
ہر دور انقلاب کا عنوان حسینؑ ہے

اختر کا موضوع سخن بہت بڑا ہے، اس لیے اختر ایک بڑا شاعر ہے۔ میں نے اختر کے کلام کو یکجا کر کے چھاپنے کے لیے کافی سالوں سے کام شروع کر رکھا تھا۔ صد شکر کہ اب اس خواب کی تعبیر پارہا ہوں۔ نکھارنے کے لیے اپنا اپنا حصہ ڈالیں۔ اس سلسلے میں، میں قانون وادب کے استاد اور تاریخ کر بلا کے محقق برادر م پروفیسر مظہر عباس چودھری صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اس کام کی اصلاح میں بنیادی حصہ ڈالا۔ اُن کی رائے تھی کہ پورے کلام کو دیکھنے کے لیے دو تین ماہ درکار ہیں، کیونکہ فنی نقائص اور مہملات کا ازالہ ضروری ہے، لیکن چونکہ ہم اسی عشرہ محرم 1428ھ میں اسے منظر عام پر لانا چاہتے ہیں لہذا ان کی سرسری نظر پر اکتفا کیا ہے اور مزید اصلاح و تنقید کو آئندہ ایڈیشن تک موخر کر رہے ہیں۔ البتہ اختر کے کلام کے محاسن آج بھی قبائح پر غالب ہیں۔ اُس کی نوحہ نگاری اور نوحہ خوانی کی مثال نہیں ملتی۔ ملتِ تشیع اور عزادارانِ حسینؑ اس کی نوحہ نگاری پر مفتخر ہیں:

دو جہاں میں آج ہے ماتم پنا شبیرؑ کا
فطرت شناس عالم اماں حسینؑ ہے

شبیرؑ بے نوا کا بُرے دوہے فسانہ
ماتم میں آج اُس کے مصروف ہے زمانہ

مقتل کی طرف لاشہ شبیرؑ کو دیکھا
لٹے ہوئے جب چادر سلیم کو دیکھا



امتِ صاحبِ معراج کو قرآن ملا
آلِ احمدؑ کو مگر شام کا زندان ملا

بن میں پکاری فاطمہ مجھ کو ستا کے کیا ملا
خون مرے حسینؑ کا ہائے بہا کر کیا ملا

معصوم سکینہؑ نے دِنِ چین کے کم دیکھے
بابا سے جدا ہو کر قیدوں میں الم دیکھے

اللہ رب العزت اختر کو کروٹ کروٹ نعماتِ غلد سے مالا مال فرمائے۔

والسلام

طالبِ دعا

ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور

اختر ہے نگاہوں میں پیغمبر کا جنازہ

سب ثنا خوانانِ آلِ احمد ہمارے لیے قابلِ احترام اور لائقِ اکرام ہیں.....
 انھیں میں سے ایک اختر چنیوٹی بھی ہیں جو اپنے دورِ حیات میں ایک مشہور و معروف
 منقبت نگار، سلام نگار اور نوحہ نگار تھے۔ وہ اگرچہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے، مگر سوزِ عشق
 اہل بیتؑ نے اُن کے کلام میں بہت سے محاسن بھر دیئے تھے۔ اختر کے اکثر سلامیہ شعر
 اور نوحے آج بھی زبان زدِ عوام ہیں مثلاً

حجرِ اسود سے ہے تیرے خون کا رتبہ بلند
 کربلا تو خانہٴ حق کی نئی تعمیر ہے

اسلام کے وقار کی اونچی چٹان پر
 عباسؑ کی وفا کے ہیں جھنڈے گڑھے ہوئے

اختر ہے نگاہوں میں پیغمبرؐ کا جنازہ
 کربلا میں اسی خواب کی تعبیر کو دیکھا

خُر کو گلے لگا لیا کس اعتماد سے
 تاریخ ہے مصائبِ آلِ رسول کی

بچپن میں جب میں عزائے حسینؑ کے بعد ماتم حسینؑ کے جلوسوں میں شامل ہوتا تو اختر کا کوئی نہ کوئی نوحہ ضرور سنائی دیتا۔ اُس کا یہ نوحہ تو میرے دل میں اُترتا چلا جاتا تھا:

جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے
بنتِ زہراءِ ترے پردے کا خیال آتا ہے

درمیاں لاشوں کے تنہا نظر آتے ہیں حسینؑ
جبکہ عاشور کے سورج پہ زوال آتا ہے

موت کس سوچ میں ہے لاشہ اکبرؑ پہ کھڑی
کیا پیسیرؑ کی جوانی کا خیال آتا ہے

نیام میں رہنے دو تلوارِ حسین ابن علیؑ
موت کی بات کو اصغرؑ ترا ٹال آتا ہے
مجھے یاد ہے کہ چہلم سید الشہداء کے ایک جلوس میں یہ نوحہ پڑھا گیا تو میں تین چار مولانا حضرات کے ہمراہ اس جلوس کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب اس نوے کا سب ذیل شعر پڑھا گیا:

یہ علمداز کا بیٹا ہے کہ پانی جو ملے
جا کے سجاڑ کی زنجیر پہ ڈال آتا ہے

تو میں نے مولانا حضرات سے اپنی سابقہ بحثوں کے حوالے سے پوچھا: آپ کہتے ہیں کہ

شاعر لوگ تاریخی روایات کے برعکس بات کر جاتے ہیں کبھی (میر انیس تک) شہزادہ قاسم کی شادی کروا رہے ہوتے ہیں تو کبھی فاطمہ کبریٰؑ کی بیوگی کو موضوع بناتے ہیں۔ کبھی علی اصغرؑ کے تبسم کو فتح خیبر سے جا ملاتے ہیں اور کبھی علی اکبرؑ کو سہرے بندھواتے نظر آتے ہیں، براہ کرم مجھے یہ بتائیں کہ کیا علمدار باوفا کے بیٹے کے بارے میں کوئی ایسی روایت ملتی ہے؟ اور کیا فرزندِ عباسؑ کا ایسا کرنا بعید ہے۔ یقیناً کوئی روایات ایسی نہ بھی ملے تو فرزندِ عباسؑ سے یہ بعید نہیں کہ وہ فرزندِ حسینؑ کی پیاس اور جلتی زنجیروں کا احساس کرے۔ گویا یہ محسوسات اور ادراکات کے مراحل میں جو تاریخ نگاری کے نہیں جذبات نگاری کے زمرے میں آتے ہیں۔

جہاں تک تاریخ نگاری کا تعلق ہے تو آخر دوسرے شعرائے اہل بیتؑ کی طرح اپنے شعروں میں تاریخ کے طویل اور تلخ ابواب کو اس طرح بند کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ بڑے بڑے مؤرخ دادِ تحسین دینے پر مجبور ہو جائیں اور تاریخ بختم ہو کر آنکھوں کے سامنے مرئی حالت میں پھرنے لگے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حسینؑ کی بدلیوں میں گھر گیا زہراءؑ کا چاند
مقصودِ اجرِ رسالت پر اندھیرا چھا گیا

قرآن جل بجھا تھا سقیفہ کی آگ میں
شعلے جو بج رہے تھے وہ خیمے جلا گئے

نقطہ ایک بنی امتیہ کو جانئے نہ مجرم
کہ ہے کربلا کی نسبت کی سازش کہیں سے

قصہ قرطاس سے نسبت ہے اے اختر اُسے
جو فسانہ ابنِ ملجم آج دُہرانے کو ہے

تھا گمان جن کو نبیؐ کے حکم پر ہدیان کا
کیا ادب کرتے رسول اللہؐ کی تحریر کا

ہدیان سمجھے تھے جو فرمانِ نبیؐ کو
کرنے لگے تفسیر غلط فی القربا کی

اختر چینیوٹی کا کلام صرف عزائی اور ثنائی اعتبار ہی سے اہمیت کا حامل نہیں بلکہ
وہ تاریخ اسلام اور خصوصاً تاریخِ کربلا سے حاصل ہونے والی تسلیم و رضا، صبر و استقامت
حق و صداقت، اخوت و مساوات اور آزادی و حریت ایسی اقدار کی بہترین عکاسی کرتا ہوا
بھی دکھائی دیتا ہے۔ گویا کسی انقلاب کا خواہاں ہو۔ مثلاً

اختر پہ صدا آتی ہے کربل کی زمیں سے
آزاد ہو باطل کی حکومت کو مٹا دو

(درسِ حریت)

اے صبر و رضا کی شہزادی حلقومِ رن بستہ کی قسم
دُنیا میں سکینہؓ آج ترے غازی کا علم لہراتا ہے

(تسلیم و رضا)

عباسؓ نامدار کے لہو سے دُھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے گھلا ہوا

(صبر و استقامت)

تو نے حسینؑ کو دیا باطل و حق کا فیصلہ
صبر و رضا کی جیت تھی جو روحِ باغ کی ہار تھی

(حق و صداقت)

تفسیریں فریادی ہیں قرآن دہائی دیتا ہے
دربارِ خلافت میں پیہم اک شور سنائی دیتا ہے

(حق و صداقت)

اختر چنیوٹی نے اگرچہ قصائد مناقب اور سلام بھی کہے لیکن جو شہرت اُس کو نوحہ نگاری سے حاصل ہوئی وہ کسی اور صنفِ ادب سے نہ مل سکی۔ دراصل اختر کا مزاج نوحہ نگاری کے لیے نہایت موزوں تھا۔ وہ ملائم، مترنم اور نرم و گداز نیز رکبہ از بحر و بحر کا انتخاب کرتا تھا جن میں کچھ ہندی بحریں بھی شامل ہوتی تھیں اور شاید طرزیں بھی خود ہی بناتا تھا یا پھر کچھ رومانی طرزیں کا استعمال بھی کرتا تھا جو آج بھی اکثر نوحہ نگاروں کا وطیرہ ہے۔ چنانچہ اس کے نوے نہایت پرسوز اور دلدوز ہیں۔

بے پردہ حرم میں ساتھ تیرے پردہ کی دیں پر آیا ہے
سجادؑ! معلوم تجھے اسلام کہاں لے آیا ہے

چھ ماہ کا یہ کس نے پچھ پچان لیا عیسیٰؑ تو نہیں
شیرِ تری نصرت کے لیے یہ کون پیغمبر آیا ہے

اے خلافت! ہمیں حق چھنے کا افسوس نہیں
بس گواہوں کی شرافت کا خیال آتا ہے

اس کی تعریف یہ کہ ہے سب بابِ بتوں

ورنہ اختر کو کہاں کوئی کمال آتا ہے

امت صاحبِ معراج کو قرآن ملا

آلِ احمد کو مگر شام کا زندان ملا

قاصدِ صغرا نے اکبر کو ترپتے دیکھا

ہائے کس حال میں مہمان سے مہمان ملا

قلدانِ شہِ مظلوم کے زمرے میں ہمیں

کوئی قاری تو کوئی حافظِ قرآن ملا

اختر چنیوٹی شہیدِ انسانیت کے حکم میں گھل گھل کر رزقِ خاک ہوا اور غمِ دنیا و آخرت سے بے باق ہوا۔ اب جب تک غمِ حسینؑ منایا جاتا رہے گا اختر کے نوحوں کو دہرایا جاتا رہے گا اور یوں اُس کے نامہ اعمال میں تا قائم قیامت اضافہ ثواب ہوتا رہے گا۔ علامہ ریاض حسین جعفری سرپرست ادارہ منہاج الصالحین کا خیال ہے کہ اپنے زمانے کی گردِ بیٹھنے کے بعد نامی گرامی بے نشان ہو جاتے ہیں، لہذا اختر کے کلام کو محض سینہ گزٹ میں رہنے یا صدر در صدر منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ کتابی صورت میں یکجا کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ آوازیں ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہیں، جبکہ تحریریں صفحہ دہر پر ثبت اور ضبط رہتی ہیں، لہذا موصوف نے کئی سالوں کی محنت کے بعد اختر کے بکھرے ہوئے کلام کو یکجا کروایا اور اسے شایانِ شان طریقے سے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ ترتیب و تدوین کا کارِ خیر عزیزہ معصومہ بتول بیتِ علامہ ریاض حسین جعفری کے حصے میں آیا جو قابلِ ستائش ہے۔ مگر اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اختر کا کلام اصلاحِ طلب ہے۔ مجھ سے رابطہ کیا تو

میں نے ”من آثم کہ من دانم“ کے مصداق اور اپنی مصروفیت کے سبب انھیں مشورہ دیا کہ کسی بزرگ شاعر اور کم از کم تین ناقدین سے رجوع کریں، لیکن انھوں نے میرے مشورے پر عمل درآمد کو مؤخر کرتے ہوئے کہا کہ فی الحال آپ ایک سرسری نظر سے دیکھ لیں تاکہ میں اس کلام کو محفوظ کر سکوں۔ دوسرے ایڈیشن میں مزید اصلاح و تنقید کو یقینی بنایا جائے گا۔ چنانچہ تعمیل ارشاد اور حکم حاکم کے مطابق اپنی مزدوری سے جو وقت نکال سکا نذر بارگاہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اختر کا جو کلام کسی اُستاد کی نظر سے گزر چکا ہے وہ قابلِ اشاعت ہے اور جو ابھی نظر اُستاد کا محتاج ہے اس کی اصلاح قابلِ غور امر ہے۔ مولانا صاحب سے یہ بھی التماس ہے کہ اختر کے پسماندگان (اگر کوئی ہیں) کو بھی اس کلام کی اشاعت کے اُتار کا مستحق جانیں اور آئندہ اشاعت سے پہلے سید و صید الحسن ہاشمی، ڈاکٹر سید شبہ الحق، سید مشکور حسین یاد اور پروفیسر حسن عسکری فاطمی جہاں کو دکھالیں کیونکہ یہ اصحاب اس میدان میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ بندہ بھی اُن کے ہمراہ ہوگا۔ یکے از غلامانِ اہل بیتؑ

ہاتھوں میں لے کے سید مظلوم کا علم
اختر جہاں میں جائیں گے ہم بختیّن کے ساتھ

یہ فخر کم نہیں اختر کہ تم کو اہل عزا
شہید کرب و بلا کا غلام کہتے ہیں

نا ظہور مہدی موعود اس کو روک لوں
کاش اے اختر مرا عمر رواں پر بس چلے

ایم۔ اے چودھری

میسٹر پولٹن یونیورسٹی آف لاء اینڈ سوشل سائنسز لاہور



اَختَر درِ بتولؔ سے ادنیٰ سی شے نہ مانگ
کم ظرف تو نے خواہشِ جنتِ فضول کی

تیرے در پہ جب بھی اَختَر نے کیا سوال مولاؔ
تیرا سوزِ عشق مانگا کبھی زندگی نہ چاہی

جب کبھی غیرتِ انسان کا خیال آتا ہے
 بنتِ زہراء ترے پردے کا خیال آتا ہے،
 درمیاں لاشوں کے تنہا نظر آتے ہیں حسینؑ
 جبکہ عاشور کے سورج پہ زوال آتا ہے

حمد رب العرش العظیم

ناقص مرا شعور ہے عاجز مرا خیال میں بندۂ ذلیل ہوں تو رب ذوالجلال
 تعریف آفتاب جہانتاب کی کرے اک ذرہ حقیر کی کیا تاب کیا مجال
 تو ہے کہ قدتوں کی تری حد ہے نہ حساب میں ہوں کہ ایک قیدی زندان ماہ و سال
 خاک حقیر میں ہوں خدائے قدیر تو کیا میرا علم، کیا میرا فن، کیا ہے مرا کمال
 محتاج میں ہوں صاحب لطف عیم تو معمور میں گنہ سے غفور الرحیم تو
 رب جلیل گرچہ ہوں میں خوار و ناتواں تیرے حبیب کے ہوں نوا سے کا نوحہ خواں
 روشن ہے دل میں داغ شہنشاہ مشرقین آنکھیں سدا حسینؑ کے غم میں گہر فشاں
 ذرے پہ ہو گرم ترا اے نورِ لایزال قطرے پہ لطف ہو تیرا اے بحرِ بیکراں
 فضلہ کا حوصلہ ہو عطا اس فقیر کو پھر کرسکوں مصائب آلِ نبیؐ بیاں
 یارب عطا جو جذبِ براہم ہو مجھے لکھوں حبیب ابنِ مظاہرؑ کی داستاں
 ہو سامنے تجلیؑ سینا تو میں لکھوں کیا تھیں زہیرِ قینؑ کے سینے میں بجلیاں
 شبیرؑ کا جو دستِ یقین میں علم رہے کہتے ہیں جسکو خلد وہ زیرِ قدم رہے

جامِ ولا سے روح کو ایسا ملے سرور
 دل میں نہ کچھ خیالی وجود و عدم رہے



نادِ علیؑ

نادِ علیؑ پڑھتے ہیں ہم اے گردنِ تسلیم خم
 پاسِ ادب سے روک لے عمر رواں اپنے قدم
 اے بادشاہِ انس و جاں تیری شجاعت کا نشان
 ہے شہ پر جبریلؑ پر اک داستاں اب تک رقم
 ہم سوئے پیہر گئے کچھ کہتے کہتے ڈر گئے
 تجھ کو خدا کہنے لگا ظالم نصیری ایک دم
 خیر تیرا محتاج ہے چالیسواں دن آج ہے
 شاہِ زمن خیر شکن رکھ لے پیغمبر کا بھرم
 پیغمبرانہ آن سے نیند آگئی کس شان سے
 لوری تجھے دیتی رہی حق کی رضا تیری قسم
 عزمِ غنفرؑ دیکھ کر شانِ پیہرؑ دیکھ کر
 قدموں میں آ آ کر گرے کعبہ کے پھر دل صنم
 مولا امیر المومنین چھینیں گے جس کو اہل کیں
 لاریب مستوں کی تیرے جاگیر ہے باغِ ازم
 کعبہ مقدس سر زمیں حیدر کا مسکن ہے یہیں
 روغنِ درخشاں جادواں
 کیا جلد بازی کر گئے
 تیرے ہاتھ اب لاج ہے
 شب بھر نئے عنوان سے
 حیدرؑ کے تیور دیکھ کر
 یہ وہ وراثت تو نہیں
 بیٹِ اسد مریم نہیں

واللہ ہٹ سکتے نہیں کزار کے بڑھتے قدم

گہرا اندھیرا چھا گیا

جب قیدیوں کا قافلہ پر پیچ راہوں سے چلا

یاد آ گئے ماں کو تیری زلفوں کے اکبر پیچ و خم

یہ ہاتھ ہم پھیلائیں کیوں

آلام سے گھبرائیں کیوں در پر کسی کے جائیں کیوں

اتر کہ جن ہاتھوں میں ہے عباسؑ غازی کا علم



نامِ علیؑ

علیؑ وہ نام ہے مومن کا جس سے جی پہلے
مگر جو دل ہے منافق کا خوف سے دہلے

وفا میں اپنے پہلوان کو آزما لینا
خلافوں کے جو جھگڑے ہو پھر پٹکا لینا
نبیؐ کے تخت پہ چاہے جسے بٹھا لینا
نصیریوں کو تو کوئی جواب دو پہلے

دلیر سب تھے پیمبرؐ کے آزمائے ہوئے
اجل کے خوف سے بیٹھے تھے سر جھکائے ہوئے
رسولؐ حق کا علم دوش پر اٹھائے ہوئے
عجیب شان سے خیر میں مرتضیٰؑ ٹہلے

بھک رہے تھے ابھی رہ میں حاجیوں کے قدم
نمازیوں کی بھی رفتار تھی بڑی مدہم
پہنچ گیا لب کوثر بصد شکوہ و حشم
جنابِ حرؑ کے مریدوں کا قافلہ پہلے



رن گلے میں ہوں لمبوس تار تار رہے
 اگرچہ چہرہ طمانچوں سے داغدار رہے
 وقار غیرت شہیر برقرار رہے
 سکینہ شام کے زندان کی سختیاں سہ لے

ہمیں یہ ناز ہے اختر کہ بو ترابی ہیں
 منافقوں کے لئے باعثِ خرابی ہیں
 محمد ابن ابوبکرؓ کے صحابی ہیں
 جہاں میں جائیں گے اصحابِ باوفا پہلے



اے مظہر العجائب

اے مظہر العجائب تو شانِ کبریا ہے
سالارِ اولیاء ہے عالم کا پیشوا ہے

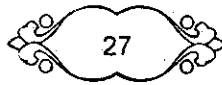
خالق جو ہمِ سخن ہے سردارِ دو جہاں سے
آواز آرہی ہے حیدر کی لامکاں سے

پردہ سا درمیاں ہے جانے یہ راز کیا ہے
ہم کم نظر تھے تجھ کو دوشِ نبیؐ پہ دیکھا
تجھ کو رسولِ حق نے عرشِ جلیٰ پہ دیکھا

گستاخ ہیں نصیری کہتے ہیں تُو خدا ہے

اِتراتی باجِ زہراء اتنا تو کہہ زباں سے
اُڑ کر یہ آگئی ہیں جنگاریاں کہاں سے

خمیے سنگ رہے ہیں قرآنِ جل رہا ہے



زنجی ہیں کان شاید زیور کسی نے چھینا
پہچانا تو اس کو اے مادرِ سکینہ

جانے یہ کس کا بچہ زنداں میں رو رہا ہے

جس پر نثار شاہی یہ وہ قلندری ہے
کاسہ تیرے گدا کا تاجِ سکندری ہے

اخترِ درِ علی کا درویش بے نوا ہے



قصیدہ

جز ولا سنگِ حرم پر سر جھکانا ہے منع
بے رضائے مرتضیٰ جنت میں جانا ہے منع

چھاؤں تلواروں کی غازیٰ کا مقامِ خواب ہے
سایہٴ رحمت میں رہ کر غلِ چانا ہے منع

ہے نظر کے سامنے جب منظرِ خمِ غدیر
اے بخردِ معراج کا پردہ اٹھانا ہے منع

کر بلا پر چھا گیا قرآن جلنے کا دھواں
کوفیوں سے کیا کہیں خیمے جلانا ہے منع

تھم گئی ہیں سسکیاں خاموش ہے زندانِ شام
اے سکیڑا! قیدیوں سے روٹھ جانا ہے منع

کیوں نہ اے اخترِ دل قرآنِ سپاہِ رہے
چاکِ زہراء کی سند کا بھول جانا ہے منع

قصیدہ

قانون اہل ہیں قدرت کے انسان بدلتے رہتے ہیں
 مہمان سزائے عالم کے مہمان بدلتے رہتے ہیں
 دستور خلافت محکم ہے شیطان بدلتے رہتے ہیں
 اس ایک قسانے کے کتنے عنوان بدلتے رہتے ہیں

گفتارِ خدا آوازِ علیٰ معراج کی شب ہے رازِ خفی
 مانا کہ نصیری بھول گئے تسلیم کہ یہ چپ رہ نہ سکے
 اے عرشِ معلٰی تیرے بھی مہمان بدلتے رہتے ہیں

عیسیٰؑ کا سر تسلیم ہے خمِ موسیٰؑ بھی بچے تعظیم ہے خم
 جبریلؑ کبھی، سلمانؑ کبھی، پہرے پہ کبھی عباسؑ جری
 خاتونِ قیامت کے در کے دربان بدلتے رہتے ہیں

قرآن تو جل کر کہتا ہے آیات پہ حملے ہوتے ہیں
تاریخ گواہی دیتی ہے سادات پہ حملے ہوتے ہیں
اے جنگِ جمل ہر روز تیرے میدان بدلتے رہتے ہیں

کوفہ کے کبھی زندانوں میں بغداد کے ظلمت خانوں میں
دیکھا ہے اسیرِ شام کبھی خیموں میں سنا کھرام کبھی
اے بنتِ رسول اللہ! تیرے زندان بدلتے رہتے ہیں

ظاہر ہے عیاں ہے شانِ علیؑ آخر یہ حقیقت ہے ابدی
قرآن بدل سکتا ہی نہیں ہے اس کی محافظ ذاتِ جلی
جمہور کی شاہی میں اکثر مروان بدلتے رہتے ہیں





ہر اک شے مسافر ہر اک چیز فانی
ولائے علی ہے مگر جاودانی

علی جانشینِ رسولِ خدا ہے
علی مظہرِ شانِ ربِّ علی ہے
کئی بار ہم نے تو اس سے کہا ہے
نصیری نے لیکن کسی کی نہ مانی

علی شیرِ یزداں کو نیند آرہی ہے
رضا حق کی صدقے ہوئی جارہی ہے
فضاؤں پہ مستی سی لہرا رہی ہے
شبِ تار ہے کیا سہانی سہانی



خلافت کے منکر سے اک روز ہنس کر
عز ازیل کہنے لگا اے برادر
اکٹھے رہیں گے جہنم میں چل کر
میری اور تیری ہے اک سی کہانی

نہایت ہی دلچسپ تھا یہ تماشا
کہ محسن کے قاتل کو آتے جو دیکھا
جہنم سے شیطان چلا کے بولا
مرے حال پر کیجئے مہربانی

لحد میں بھی آخر عجب دن کشیں گے
علی دلی کی زیارت کریں گے
نکیرین سے ہم تو اتنا کہیں گے
فقروں سے اچھی نہیں چھیڑ خوانی



حسینیت

چمک رہا ہے فرازِ عرش بریں پہ اسلام کا ستارا
صدائے جبریل آ رہی ہے حسینؑ جیتے یزید ہارا

شہیدِ انسانیت کے ہے آستانِ عالی پہ خم ہمیشہ
جبینِ قیصر، سرسکندر، و قارِ کسریٰ شکوہ دارا

حسینؑ وہ با اصول غازی حسینؑ وہ معتبر نمازی
کہ جس نے اپنے لہو کی سرخی سے نقشِ اسلام کو سنوارا

حسینؑ جس کی نیاز مندی خدا کی رحمت کا آئینہ ہے
حسینؑ جس کی نگاہِ حق میں یہ رازِ تقدیر آشکارا

حسینؑ جس نے غلام قوموں کو سر بلندی کی رہ دکھائی
بنادیا جس نے نرم موجوں کو تیز طوفاں کا تندوہارا

حسینؑ جس کی زبانِ حق آشنا محمدؐ کی ترجماں ہے
حسینؑ جس کی جبینِ روشن سے نورِ توحید آشکارا

شہیدِ محسنؑ کے قاتلِ بدگہر سے ملتی ہے اس کی صورت
بغور دیکھو یہ کون تھا جس نے حلقِ اصغرؑ پہ تیر مارا

سوارِ نوکِ سناں سے اقرار کر رہی تھی علیؑ کی بیٹی
حسینؑ تو ساتھ ساتھ ہے تو بہن کو قیدِ ستم گورا

رسولؐ کا چھوڑ کر جنازہ جہاں مسلمان چل دیئے تھے
اسی طرف کر رہی ہیں مظلومِ تیری تنہائیاں اشارا

نہ کوئی ہمد نہ کوئی ساتھی نہ ہے کوئی غمگسار باقی
حسینؑ مرنے چلے ہیں زینبؑ کا توڑ کر آخری سہارا

گئی تھی فریاد لے کے شاید حسینؑ کی لاڈلی سیکینہ
کسی نے کانوں سے دُراتارے کسی نے بڑھ کر طمانچہ مارا

جنابِ حرؑ کو ملی تھی مہرِ ازل کی تابندگی جہاں سے
فقیرِ اخترؑ بھی ہے اسی آسماں کا ٹوٹا ہوا ستارا



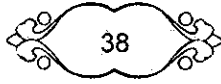
شانِ حسینؑ

صبحِ ازل کا نیر تاباں حسینؑ ہے
 فطرت شناسِ عالمِ امکانِ حسینؑ ہے
 عزتِ نوازِ خلوتِ یزداں حسینؑ ہے
 محکمِ نشانِ عظمتِ انساں حسینؑ ہے

دنیا پہ کردگار کا احساں حسینؑ ہے
 ہر دورِ انقلاب کا عنوان حسینؑ ہے

غازی، ستیزہ کار جگر گوشہٴ بتولؑ
 شبیرؑ وارثِ علمِ عظمتِ رسولؑ
 سردے دیا اطاعتِ فاسق نہ کی قبول
 شبیرؑ جس نے زیت کو بخشنے نئے اصول

شبیرؑ کائنات کا دانائے راز ہے
 شبیرؑ جس پہ ذاتِ الہی کو ناز ہے



پھیلیں نہ یہ کسی بھی تو نگر کے سامنے
پھیلائے ہیں جو ہاتھ تیرے در کے سامنے

مجھ کو نصیبِ مدحتِ آلِ رسولِ کر
مظلومِ کربلا مرے آنسو قبول کر



سلام..... ہدیہ خیر الانام

سلام اے شاہ انبیاء سلام ختم مرسلین
سلام امیر امر حق، سلام شفیع مذنبین

گڑے ہوئے ہیں ہر طرف تیرے وقار کے علم
جھکی ہوئی ہے تیرے درپہ کائنات کی جبین

کلام حق سنا رہا ہے آیہ عن الہوئی
صدائے رب دوا لمن تیری صدائے دلنشین

تیرا جمال ولفروز، تیری زلف پر شکن
ازل کی صبح اولیں ابد کی شام آخریں

یزید کیا؟ مقابلے میں کوئی آکے دیکھ لے
تیرا حسین آج بھی اٹ رہا ہے آستین

کھڑا ہے تیرے آستانِ پاک پر چشمِ نم
شہِ ام قبول کر سلامِ اختر خریں

اے شامِ غربیاں

سرکارِ حسینیٰ کا علمدار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

بے آسِ یتیموں کا مددگار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

دن ڈوب گیا چھائی ہے ہر سمت اُداسی

گھر اپنا لٹا بیٹھی ہے احمد کی نواسی

ان قیدیوں کا قافلہ سالار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

آئی ہے خزاں فاطمہ زہراء کے چمن میں

بے گور و کفن لاشہ شبیر ہے رن میں

اجڑی ہوئی بستی کا عزادار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

سیدانیاں بیٹھی ہیں بصدما میں گھلے سر

پہنانے کو طوق آئے ہیں عابد کو شنگر

بیٹا چلا جائے گا انکار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

دریا پہ ٹرپتا ہے علمدار کا لاشہ

ہے آج کی شب زینبِ دلگیر کا پہرہ

معصوم سکینے کا وہ غمخوار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

مقتل کی طرف دیکھ کے روتی ہے سکیہ

ہے دور بہت یاں سے محمد کا مدینہ

بیٹا، بہتر کا عزادار کہاں ہے؟ اے شامِ غربیاں!

شامِ غریباں

روتی ہوئی، خاک اُڑاتی ہوئی آئی شامِ غریباں
دامن سے شمعیں بجھاتی ہوئی آئی شامِ غریباں

آنسو بہاتی فریاد کرتی اکبر کی تشنہ لپی یاد کرتی
روتی ہوئی اور زلاتی ہوئی آئی شامِ غریباں

فریاد ماں کی ہے قسمت نرالی دیران ہے گود، جھولا ہے خالی
اصغر کو لوری سناتی ہوئی آئی شامِ غریباں

اُجڑی سہاگن کی قسمت پہ روتی تیروں سے سہرے کی لڑکیاں پوتی
قاسم کو دُلہا بناتی ہوئی آئی شامِ غریباں

بنت علیٰ کا پردہ بچائیں عباسؑ غازی کو دیتی صدائیں
آواز دے کر بلاتی ہوئی آئی شامِ غریباں

رقت ہے ہر اک صدا میں لرزہ رہے آخر ارض و سما میں
علیٰ کو بلاتی ہوئی آئی شامِ غریباں



فقیروں کی نظر

کب فقیروں کی نظر میں طور ہے
عظمتِ حیدر کی منزل دور ہے

ہم شا خواں خواجہ قمر کے ہیں
ہم گداگر ساقی کوثر کے ہیں
لشکری ہم فاتح خیبر کے ہیں
تاج شاهی ہم کو نامنظور ہے

مسجد و محراب ہیں ان کے امام
بیعت منبر سمجھتے ہیں حرام
زاہدوں کی اس عبادت کو سلام
لب پہ لا اللہ دل میں حور ہے

صاحبِ لولاک کی آنکھوں کا نور
مادرِ حسنین و زینب غم سے چور ہے
رو رہی ہیں جا کے آبادی سے دور
فاطمہ بنتِ نبیؐ مجبور ہے

قیدیوں کے قافلہ سالار سے
 صاحب غیرت سے، اس خود دار سے
 یہ نہ پوچھو عابد بیمار سے
 کربلا سے شام کتنی دور ہے

ہر نظر ہے سید مظلوم پر
 آیہ تطہیر کے مفہوم پر
 شہ کی نظریں زینب و کلثوم پر
 یہ حرم کی شب عاشور ہے

یہ بھی اے اختر عبادت ہے بڑی
 آزمائش گرچہ کتنی ہو کڑی
 دشمن حیدر پہ لعنت ہر گھڑی
 ہم فقیروں کا یہی دستور ہے



فریاد

فریاد سن فقیر کی اے رب ذوالجلال
فانی ہر ایک شے ہے تری ذات کو دوام

رب قدیر مالک لوح و قلم ہے تُو
قبضے میں تیرے گردشِ حالات کی زمام

یا سائر العراب و یا غافر الذنوب
رحمت کی اک نظریہ طفیل شہ انام

یہ حسین برائے جگر گوشتہ بتوں
یارِ برائے حرمتِ مظلوم تشنہ کام

ربِ جلیل بہر شہیدانِ کربلا
پردہ‌دار بہر اسیرانِ ملکِ شام

مجھ بے نوا کو خاکِ در بو ترابِ کر
ذرہ ہوں میں اٹھا کے مجھے آفتابِ کر

ربِ کریم تیری مقدس جناب میں
منظور ہو یہ اخترِ ناچیز کا کلام



نوحہ

زندان کی تنہائی میں جی بھر کے سیکنہ رو لے
فریاد نہ کر معصومہ! آرام سے دکھیا سولے

دُر چھینے کا غم کیا ہو گا کچھ ہے تو شکایت یہ ہے
کم قیمت پر امت نے بحرین کے موتی تولے

سہمے ہوئے بچے ڈر کر نیند سے چوٹک نہ اٹھیں
حڑ سے کوئی جا کر کہہ دو ناراض نہ ہو کر بولے

سایہ نہیں کوئی مولّا بیٹھے ہیں گرم زمیں پر
مظلوم اجازت ہو تو جبریلؑ پردوں کو کھولے

خاموش ہیں بہتے آنسو مرنے کو چلے ہیں دولہا
اک رات کی بیاہی دلہن اس وقت کہو کیا بولے

رہ دیکھتی تھک جاؤں گی مرجاؤں گی روتے روتے
ہمشکل نبیؐ سے رخصت بیلاؑ مدینہ ہوئے

معلوم نہیں تھا آخر قرآن جلایا کس نے
خیموں کو جلانے والو یہ بھید تمہیں نے کھولے



نوح

مجرئی قاصد بیمارِ مدینہ آیا
خاک اُڑتی ہے محرم کا مہینہ آیا

اے مسلمانو! یہ طوفانِ کدھر سے آیا
کیوں تباہی میں پیمر کا سفینہ آیا

دیکھ کر لاشہ شیر کو بے گور و کفن
یاد زینب کو محمد کا مدینہ آیا

دیکھ فضہ یہ کہیں قاتلِ محسن تو نہیں
کون خیموں کو جلانے یہ کمینہ آیا

دیکھ کر سپہِ مظلوم کی تنہائی کو
شرم سے موت کے ماتھے پہ پینہ آیا

تجھ سے انسان نے جینے کا سلیقہ سیکھا
تجھ سے انصاف پہ مرنے کا قرینہ آیا

کس نے دُر چھین لئے کس نے طمانچہ مارا
کیوں نہ امداد کو سقائے سکیئہ آیا

نذر منظور ہو مولاً تیرے در پر اختر
چشم تر میں لئے اشکوں کا خزینہ آیا
بجھ گئے شامِ غرباں کے چراغ الے اختر
ایسا طوفان زمانے میں کبھی نہ آیا



دُر چھین لئے کس نے طمانچہ مارا
کیوں نہ امداد کو سقائے سکیئہ آیا
نذر منظور ہو مولاً تیرے در پر اختر
چشم تر میں لئے اشکوں کا خزینہ آیا
بجھ گئے شامِ غرباں کے چراغ الے اختر
ایسا طوفان زمانے میں کبھی نہ آیا
دُر چھین لئے کس نے طمانچہ مارا
کیوں نہ امداد کو سقائے سکیئہ آیا

نوح

لونا ہوا تھا قافلہ شام کی رہگذار تھی
دشتِ بلا میں نوحہ گرِ رنجِ دلفگار تھی

اکبر کی لاش پر نہ پوچھ موت کی زردیاں نہ تھیں
اٹھتا ہوا شباب تھا سوئی ہوئی بہار تھی

جلتے رہے ہر ایک شامِ قمرِ رسولؐ پر چراغ
صغرا تیرے نصیب میں ظلمتِ انتظار تھی

صبرِ خلیلؐ سجدہ کر بارگہ حسینؑ میں
نہی سی لاشِ گود میں پہلو میں ذوالفقار تھی

تو نے حسینؑ کو دیا باطل و حق کا فیصلہ
صبر و رضا کی جیت تھی جو رو بجا کی ہارتھی



نوحہ

بے دردا جنت علیٰ ہے شام کے بازار میں
کیا قیامت کی گھڑی ہے شام کے بازار میں

لاڈلی شہ کی سلیکٹہ اشک آنکھوں میں لئے
خوف سے سہمی ہوئی ہے شام کے بازار میں

ہر طرف چھائی ہوئی ہیں ظلم کی تاریکیاں
شمع غیرت جل رہی ہے شام کے بازار میں

یاد کر صبحِ مدینہ حیف اے مٹس فلک
آج تیری روشنی ہے شام کے بازار میں

غیرتِ اسلام تیرے آنسوؤں کو کیا ہوا
آج زینبؓ رو رہی ہے شام کے بازار میں

جس ستم کی ابتداء اختر سقیفہ سے ہوئی
انہا اس کی ہوئی ہے شام کے بازار میں

نوح

تفسیریں فریادی ہیں قرآن دہائی دیتا ہے
دربار خلافت میں پیہم اک شور سنائی دیتا ہے

جب خون کے آنسو عابد کی آنکھوں میں کبھی تھم جاتے ہیں
بازار نظر میں پھرتے ہیں زندان دکھائی دیتا ہے

قاسم کے جیلے ہاتھ گواہ ریش ابن مظاہر کی شاہد
نکھرے جب خون شہادت کا تورنگ سنائی دیتا ہے

دن ڈھل گیا کتنی ہی ابھی لاشوں کا اٹھانا باقی ہے
شیر خدا کے کاموں میں مصروف دکھائی دیتا ہے

یعقوب سے کوئی جا کے کہے روتی ہوئی آنکھوں سے دیکھے
شیر مسافر کو اکبر پیغام جدائی دیتا ہے

اتر نہیں کہہ دو اٹھ جائیں لولاک سما کی محفل سے
فرمان نبی جن لوگوں کو ہڈیاں دکھائی دیتا ہے

نوحہ

بے پردہ حرم ہیں ساتھ تیرے پردہ کی دیس پڑایا ہے
سجادِ خدا معلوم تجھے اسلام کہاں لے آیا ہے

چھ ماہ کا یہ کمن بچہ پہچان لیا عیسیٰؑ تو نہیں
شبیرؑ تیری نصرت کے لئے یہ کون پیغمبرؑ آیا ہے

تیروں، تلواروں، نیزوں کے شبیرؑ نے کتنے زخم ہے
یہ زخم مگر کچھ گہرا ہے سجادِ جو تو نے کھلایا ہے

نہبؑ کو نہیں کچھ قید کا غم یہ بات مگر زلاتی ہے
شبیرؑ کا لاشہ دھوپ میں ہے زندان میں گہرا سایہ ہے

یہ میتؑ پیغمبرؑ تو نہیں قیدی کا جنازہ ہے لوگو!
بازار میں لاش رقیہ سیکھنے کی پیڑا اٹھا کر لایا ہے

آخرؑ یہ تیری آواز نہیں فریاد ہے کیا یہ نہبؑ کی
لیسین کے آنسو بہتے ہیں قرآن کا دل بھر آیا ہے



نوحہ

کہتا جو کوئی عابدؑ سے کہیں آرام بھی تم کو حاصل ہے
سجادؑ یہ روکر کہتے تھے بُرا خار ہماری منزل ہے

کہتے تھے عدد سینہ سے نکالیں گے برچھی کی
شبیّرؑ بھی گو صابر ہے مگر یہ کام بلا کا مشکل ہے

اکبرؑ نے کہا یوں وقت نزع اے فاطمہ صغراؑ سوگ نشیں
تم دیکھ رہی ہو جس کی وہ ریت گرم پر بسمل ہے

شبیّرؑ نے لاکر سائے میں دیا درسِ اِلا اِلا اللہ
عابدؑ اسیری کے بدلے وحدت سے رسالتِ واصل

روتے تھے ملائک بھی آخر ہوئی آلِ عباؑ جو اسیرِ ستم
جبریلؑ کی آتی تھی یہ صدا تطہیر انہیں پر نازل ہے



نوحہ

سورج سے ذرا کہہ دو پردے میں چلا جائے
زیب کی اسیری کا افسانہ کہا جائے

اے ثانی زہراء منہ بالوں سے چھپا لینا
تظہیر کی چادر کو جب چھین لیا جائے

پہرے ہیں لعینوں کے دریا کے کنارے پر
بحرین کے والی کو پانی نہ دیا جائے

غش سے تو ذرا آنکھیں سجاڑنے کھولی ہیں
زیب کا سرغریاں پھر یاد نہ آجائے

یہ حکم امامت تھا دریا پہ رہے غازی
پہنے ہوئے زنجیریں بیمار چلا جائے

آخر نے نہ چھیڑا تھا افسانہ سقیفہ کا
قرطاس و قلم بولے ہم سے نہ رہا جائے

نوحہ

سجادؑ سا کوئی بے خانماں نہ ہو
لوٹا ہوا کسی کا کارواں نہ ہو

صبر و رضا کی ہے منزل بہت کڑی
دل غم سے چور ہو لب پرغاں نہ ہو

چھو جائے تیرے فرزند کا گلہ
خیمہ سے دیکھتی یہ ماں نہ ہو

بیٹا جواں مرے ہو دیکھتا پدر
تقدیر اس طرح نامہرباں ہو

گردن رسن میں ہو زنداں ہو تنگ دتار
کم سن کسی پہ یوں قید گراں نہ ہو

پہلے کی بات ہے قرآن تھا جلا
اس کا ہی کر بلا اختر دھواں ہو

نوحہ

بے پردہ سر عام جو یہ پردہ نشیں ہے
سورج ذرا پہچان یہ زینب تو نہیں ہے

شبیر جو ہیں وارث دستار نبیؐ کے
زینب ہے کہ جو چادر زہراءؑ کی امیں ہے

دریا بھی بہت دور نہیں تشنہ لبوں سے
نزدیک ہے کوثر یہ شہیدوں کو یقین ہے

ریتی پہ ہیں بکھرے ہوئے گل باغ نبیؐ کے
ہے دھوپ کرنی دشت میں سایہ نہ کہیں ہے

کر بل کے ہیں ذروں میں لہو سبط نبیؐ کا
یہ عرش کی ہم پایہ ہے وہ پاک زمیں ہے

زہراءؑ کی صدا آتی ہے روضہ سے نبیؐ کے
صغراؑ تیرے رونے کی یہ آواز نہیں ہے

اختر یہ سکوں ہے کہ چلے ہیں جو جہاں سے
دل میں کوئی غم جز غم شبیرؑ نہیں ہے



جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
جہاں ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے

کہ نہ تو تیرا نہ تو تیرا نہ تو تیرا
 نہ تو تیرا نہ تو تیرا نہ تو تیرا
 نہ تو تیرا نہ تو تیرا نہ تو تیرا
 نہ تو تیرا نہ تو تیرا نہ تو تیرا
 نہ تو تیرا نہ تو تیرا نہ تو تیرا
 نہ تو تیرا نہ تو تیرا نہ تو تیرا

اڑاتی خاک ماتم کی مدینہ سے جا آئی
 کہ جیسے فاطمہ صغرا کے رونے کی صدا آئی
 کرو اے کلمہ گویان محمدؐ بند آنکھوں کو
 بھرے دربار میں زہراءؑ کی بیٹی بے ردا آئی
 اجل کو لاش ہمشکلِ پیہر سے حجاب آیا
 حبیبِ ابنِ مظاہرؑ کی ضعیفی سے حیا آئی
 ستم کرتی رہی امت مگر بیمار عابد کے
 کبھی دل پر طلال آیا نہ لب پر بدوعا آئی

یہ زینبؓ ہے ہیرِ شام کے دربار میں جیسے
گواہوں کو لئے بنتِ رسولؐ دوسرا آئی

اٹھا کر لاشِ اکبرؑ جب چلے شیرِ خیموں کو
خلیلؑ اللہ کی پیہم صدائے مرجا آئی

غم دنیا سے اے اخترِ ہوا دل بے نیاز اُس کا
مصیبت میں جسے یادِ شہیدانِ کربلا آئی



نوحہ

نوک سناں پہ کون یہ قاری سوار ہے
شیرِ انقلاب کا پروردگار ہے

پھیلے ہوئے ہیں نوے فضاؤں میں آجکل
عالم تمام غم میں ترے لشکار ہے

زینبؓ پکار اٹھی مرے بھائی تیری خیر
خیموں میں خالی آیا ترا راہوار ہے

صغراؓ یہ رو کے کہتی تھی اکبرؓ تیرے غار
وقتِ نزع ہے آکہ تیرا انتظار ہے

زہراءؓ کی گود کا ہے یہ پالا ہوا حسینؑ
سنے پہ آج جس کے یہ قاتل سوار ہے



نوحہ

معصوم سیکینہ نے دن چین کے کم دیکھے
 بابا سے جدا ہو کر قیدوں میں الم دیکھے
 دیکھے کوئی زنجیریں سجاد کے پاؤں میں
 ہاتھوں میں خلافت کے قرطاس و قلم دیکھے
 تھا حکم یہ حاکم کا تطہیر کی شہزادی
 محتاجِ ردا ہو کر دربارِ ستم دیکھے
 شکوہ ہے جنہیں آخر شبیر کے رونے میں
 عاروں میں وہی روتے اللہ کی قسم دیکھے



نوحہ

ہم سفر جتنے تھے سارے جامپ کوثر چلے
اب نہیں شبیر کا کوئی بھی ساتھی دن ڈھلے

اے خلیل اللہ اس کو انبیاء میں کر تلاش
کون ہے جو خونِ اصغر اپنے چہرے پر ملے

شہپر جبریل کے سائے کی کیا حاجت انہیں
جو نمازِ عشق کرتے ہیں ادا خنجر تلے

تیری قسمت میں جدائی کا اندھیرا ہی سہی
فاطمہ صغرا چراغِ قبر پیغمبر جلے

شام کا بازار اور اِراقِ بابِ فاطمہ
کس قدر مشکل تھے یہ صبرِ رضا کے مرحلے



دل نہ بھر آیا کسی بھی صاحبِ اولاد کا
ہائے اک رسی میں تھے جکڑے ہوئے بارہ گلے

تاظہورِ مہدی موعود اس کو روک لوں
کاش اے اختر مرا عمر رواں پر بس چلے



نوحہ

بن میں پکاری فاطمہ مجھ کو ستا کے کیا ملا
خون مرے حسینؑ کا ہائے بہا کے کیا ملا

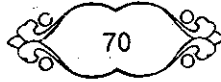
پیش یزید شہ کا سر طشت میں تھا زمین پر
ہائے چھری حسینؑ کے لب پہ لگا کے کیا ملا

لوگو! قرآن سے کم نہ تھا سینہ مرے حسینؑ کا
پاؤں تھا اس پہ شمر کا ہائے دبا کے کیا ملا

جس کا جنازہ رات کو دفن ہوا مدینہ میں
لٹ گئیں اس کی بیٹیاں قیدی بنا کے کیا ملا

ہائے ظلم سے ناریو لوٹا ہے بیت بتولؑ کو
آلِ نبیؐ کے خیموں کو ہائے جلا کے کیا ملا





قاصدِ صغریٰؑ نے اکبرؑ کو تڑپتے دیکھا
ہائے کس حال میں مہمان سے مہمان ملا

قاتلانِ شہِ مظلوم کے زمرے میں ہمیں
کوئی قاری تو کوئی حافظِ قرآن ملا

جل بجھی آگ تو خیموں کی جگہ اے اختر
اہلِ اسلام کو جلتا ہوا قرآن ملا



نوحہ

ہم اس شہیدِ جفا کا پیام کہتے ہیں
جسے حسین علیہ السلام کہتے ہیں

زلا رہی ہے زمانے کو خون کے آنسو
وہ شام جس کو غریبوں کی شام کہتے ہیں

زمانہ بھر کے شہیدوں کی آبرو بن کر
غریب باپ کو اصغرؑ سلام کہتے ہیں

سکینہ پھیل رہے ہیں جہاں سیہ سائے
اسی مقام کو زندانِ شام کہتے ہیں

فرأت یاد ہے تجھ کو تیرے کنارے پر
مسافروں نے کیا تھا قیام کہتے ہیں

غضب ہے اہل سیاست نے بنت پیغمبر
کیا نہ کچھ بھی تیرا احترام کہتے ہیں

یہ فخر کم نہیں اختر تجھ کو اہل عزا
شہید کرب و بلا کا غلام کہتے ہیں



نوحہ

زخ سے منافقین کے اٹھی رہے نقاب
ہاتھوں میں اس فقیر کے جب تک قلم رہے

کافی ہے مجھ کو اک در سلطان کربلا
گردن کسی رئیس کے در پر نہ خم رہے

لکھتا رہوں مصائب اولاد مصطفیٰ
جب تک سکت ہو ہاتھ میں آنکھوں میں دم رہے

غمہائے روزگار سے خوف دہراں کیا
بندے پہ اپنے جب تیری چشم گرم رہے

ہو روح کائنات سدا میری ہموا
جاری زباں پہ ذکرِ علی دم دم رہے



نوحہ

فرزندِ میسرؔ پر یہ جو رجھا کیوں ہے
اے چرخِ تلے خنجرِ پیاسے کا گلا کیوں ہے؟

قرآن کو رکھتے ہیں سب رطل میں عزت سے
سرِ مصحفِ ناطق کا نیزے پہ چڑھا کیوں ہے؟

دربار میں حاکم نے پوچھا ہے سکینہؔ سے
کرتہ یہ ترا یوں خوں میں بھرا کیوں ہے؟

وہ بولی تیتی ہے بابا ہے گیا مارا
سن میرا بہت چھوٹا یہ جو رجھا کیوں ہے؟

برجھی علی اکبرؔ نے گر کھائی نہیں رن میں
قلبِ شہِ والا میں پھر درد اٹھا کیوں ہے؟



نوحہ

سکینہؓ نے پوچھا یہ باچشمِ خر تو آتا ہے خالی اے رہوار کیوں
گئے پانی لینے کو تھے نہر پر نہیں آئے مُرد کر علمدار کیوں

یہ صہرئیؓ نے عاشور کی شب کہا فضاؤں میں کیوں یہ قمراری سی ہے
ستارے فلک پر ہیں غمگین سے سیہ پوش ہے تو شب تاریکیوں

جو جھٹلائے اس فاطمہؓ کو کہ ہے صداقت پہ جس کی خدا خود گواہ
بتا تو اے مذہب یہ انصاف سے نہیں وہ لعین و ستمگار کیوں

شفقِ خون روئی گیا شام میں جو لوٹا ہوا کاروانِ حسینؑ
نہ تھا کوئی غمخوار آلِ نبیؐ جو کہتا یہ تشہیر و آزار کیوں

جو عباسؑ جانناز زخمی ہوئے تو خیموں سے آنے لگی یہ صدا
ہمیں چھوڑ کر نیکس و بے وطن چلے ہوا سیروں کے غمخوار کیوں

جنہوں نے اے اخترؑ نہ رونے دیا تھا بھائی کے لاشہ پر ہمیشہ کو
گلہ ان کو شیعوں سے کیسے نہ ہو شیر کے یہ عزادار کیوں



نوحہ

صبحِ آزادی

شہیدانِ وفا کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں
حسین ابن علیؑ کی داستانِ غم سناتے ہیں

بہتر کے لہو سے صبحِ آزادی ہوئی روشن
سحر ہونے سے پہلے چاند تارے ڈوب جاتے ہیں

پا ہے دو جہاں میں آج بھی شبیرؑ کا ماتم
سنا تھا لوگ پردیسی کو اکثر بھول جاتے ہیں

اٹھا تھا جن کی مادر کا جنازہ پردہ شب میں
امیرِ شام کے دربار میں بلوائے جاتے ہیں

علیٰ اصغرؑ نے ثابت کر دیا تیر ستم کھا کر
اجل کے سامنے یوں مردِ میدان مسکراتے ہیں

دھواں جنگل میں پھیلا ہے لگی ہے آگ خیموں میں
یہ ہیں اوراقِ قرآنِ اشقیا جن کو جلاتے ہیں

نہ جاننے مادرِ اصغرؑ کے دل پر کیا گذرتی ہے
زباں خاموش ہے آنکھوں میں آنسو آئے جاتے ہیں

پیغمبرؐ کا جنازہ ہے نظر کے سامنے اختر
اٹھا کے لاشِ بمشکلِ نبیؐ شبیرؑ لاتے ہیں



نوحہ

ملت شہیدِ ظلم غریب الدیار میں
خیبر کی تیزیاں نہ رہیں ذوالفقار میں

میں پکاریں گیسوئے اکبرؑ کو دیکھ کر
سایہ ہے چاند سایہ ابر بہار میں

نہ کی قبول سواری یزید کی
تھی غیرت بلند ترے راہوار میں

سورج کی گرم و تیز نگاہیں بھی تھک گئیں
رزم تن حسینؑ نہ آئے شمار میں

تھا سوئے شام اسیروں کا قافلہ
زنجیر کا ہے شور ابھی رہگذار میں

پہن کے آتی رہیں ماتمی لباس
صغراً کو نیند آ نہ سکی انتظار میں

نہر فرات شرم سے اختر ہے آب آب
پیا سوں کی آنسوؤں سے بھری یادگار میں



نوحہ

مقل کی طرف لاشہ شبیر کو دیکھا
للتے ہوئے جب چادرِ تطہیر کو دیکھا

زینبؓ کو نہ کچھ اپنی اسیری کا رہا غم
جب عابد بیمار کی زنجیر کو دیکھا

رہوار نے فوجوں میں علمدار کو ڈھونڈا
جب تیروں کی برسات میں شبیر کو دیکھا

حمل نے کئی بارکماں کھینچ کے روکی
دیکھا کبھی بچے کو کبھی تیر کو دیکھا

اکبرؑ نے دم نزع نظر کی جو وطن میں
ڈیوڑھی پہ کھڑے صغرائے دلگیر کو دیکھا

رسی میں گلامنہ پہ طمانچوں کے نشاں تھے
سجادؑ نے جب لاشئہ ہشیر کو دیکھا

آخر ہے نگاہوں میں پیمرؑ کا جنازہ
کرپل میں اسی خواب کی تعبیر کو دیکھا



نوحہ

اے بھرتی دشت بلا میں تنہا فرزندِ علیؑ ہے
خیمہ سے بہن بھائی کی تنہائی دیکھ رہی ہے

ہے فَصَّلَ لِرَبِّكَ وَالنَّهْرُ شَبِيرٌ كَاسْبَدَ آخِر
گویا کہ نمازِ پیغمبرؐ تیروں میں ادا ہوتی ہے

شبیرؑ نے جبکہ پکارا اہلِ مَنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا
لبیک اے دین کے ناصرِ اصغرؑ کی صدا آتی ہے

گھوڑے سے گرے جب اکبرؑ قاصد نے کہا یوں آ کر
اٹھو اے گیسوؤں والے صغراؑ رہ دیکھ رہی ہے

تطہیر کو آ کے بچاؤ اے نہر پہ سونے والو
فریاد حسینؑ کے یاور خیموں میں آگ لگی ہے

مظلوم حسینؑ آخر کو کافی ہے فقیری تیری
لا آریب اس در کی گدائی بھی تخت سلیمانؑ ہے



نوحہ

پردہ دارِ انبیا روتی رہی
فاطمہؑ زہراً سدا روتی رہی

اس طرح یعقوبؑ بھی روئے نہ تھے
جس طرح یہ بے نوا روتی رہی

ہاں مسلمانوں کی آبادی سے دور
دختر خیرالورئؑ روتی رہی

روئی پردے میں سدا بختِ نبیؐ
بختِ حیدرؑ بے ردا روتی رہی

سوچ میں اختر ہیں قرطاس و قلم
کیوں شہیدؑ کھینکا روتی رہی



نوحہ

شبیرؑ نہ ہوتے تو اسلام کہاں ہوتا
دنیا میں پیبرؑ کا پیغام کہاں ہوتا

بے تاب تڑپتے تھے ہونے کو فدا اصفؑ
جھولے میں مجاہد کو آرام کہاں ہوتا

اللہ کے خلیفے کا انکار کیا ورنہ
سردار فرشتوں کا بدنام کہاں ہوتا

یہ ثانیؑ زہراؑ ہی کی قید کا صدقہ ہے
ما تم شہ یکس کایوں عام کہاں ہوتا

تا مرگ رہی آنکھیں صفراؑ کی لگی رہ پر
بیار کو فرقت میں آرام کہاں ہوتا

تھی سورہ کوثر کی تفسیر ابھی باقی
جز لخت دل زہراءؑ یہ کام کہاں ہوتا

نوحہ

عبائے نامور کے لبوں سے دھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے گھلا ہوا

اصغر کو لے کے آئے ہیں میدان میں حسینؑ
ہاتھوں پہ ہے رسول کے قرآن کھلا ہوا

یہ لاشہ حسینؑ ہے اے امتِ نبیؐ
تہا ہے مصطفیٰ کا جنازہ پڑا ہوا

اکبر کو لے کے آئے ہیں شہ اس مقام پر
پائے خلیفہ بھی ہے جہاں ڈولا ہوا

ہمشکل مصطفیٰ کے جو رخ سے نظر ہٹی
رنگِ اجل حسینؑ نے دیکھا اڑا ہوا

اکبر چلے بھی آؤ بہت دن گذر گئے
ہے آنسوؤں سے نامہ صغریٰ لکھا ہوا

سبط رسول تیری شہادت نے بھردیا
اسلام کی رگوں میں لہو کھولتا ہوا

اخترؔ یہ بحث کیسی ہے چہرے پہ شمر کے
ہے صاف لفظِ قاتلِ محسن لکھا ہوا



نوحہ

ٹھہرو علی اکبر تمہیں دولہا تو بنالوں
رُک جاؤ کہ صغرا کو مدینہ سے بلا لوں

ماں کو غمِ فرقت کے اندھیرے ہی میت ہیں
تھم جاؤ کہ والیل کی زلفوں کو سجالوں

حسرت ہے کہ جی بھر کے تمہیں دیکھ تو لوں میں
روٹھی ہوئی تقدیر کو دم بھر تو منالوں

ڈرتی ہوں جنازہ پہ تیرے تیر نہ برسیں
تصویرِ محمدؐ تجھے آنکھوں میں چھپالوں

تم بای کعبہ کی زیارت کو چلے ہو
لوباندہ لو احرام میں دستار سنبالوں

رُک جامرے بیٹے کہ ذرا اہل جہاں کو
میں خوابِ براہیم کی تعبیر بتالوں

میں دیکھ رہی ہوں میرا پردہ نہ بچے گا
کافی ہے کہ میں چادرِ زہراء کو بچالوں

جاتے ہو تو دے جاؤ سیکنہ کو تسلی
میں پرچم عباس علمدار اٹھالوں

جنت سے یہ رضواں کی صدا آتی ہے اختر
نوحہ گر شبیر کو آنکھوں پہ بٹھا لوں



نوحہ

سر دے کے جس نے غیرتِ اسلام کی بچائی
اس بے نوا کو ساری دنیا ہے رونے والی

ہم سے گلہ ہے پہلے کعبہ سے جا کے کہئے
پوشاک آپ نے کیوں اپنی حضور کالی

سو دے تو ہو چکے تھے دستارِ مصطفیٰ کے
زہراء تری رد ابھی امت نے بیچ ڈالی

عرشِ عظیم لرزا حرم کے ہاتھ کاپنے
تیرا جل کی ہنس کر اصغرؑ نے بات ٹالی

جنت کو حڑ چلا ہے حیرت ہے صوفیوں کو
انگشت در دہاں ہیں یاں شافعی و غزالی

فریاد لے کے جاتی روضہ پہ مصطفیٰ کے
اُبڑے گھروں کو صغراؑ جب دیکھتی تھی خالی

شیوہ نہیں ہمارا اخلاق سے گزرتا
مذہب نہیں سکھاتا دینا کسی کو گالی

ماں کہہ کے تجھ کو فضا زینب پکارتی تھی
مریم سے آسیہ سے تیرا مقام عالی

مٹھی میں اس کی اختر جاگیر دو جہاں ہے
سلطان کربلا سے کچھ مانگ لے سوالی



نوحہ

یہ عبارت کربلا کی خاک پر تحریر ہے
ماتم تاریخِ انساں ماتم شبیر ہے

مذہبِ اسلام یہ حق کا پیام آخری
کربلا کے غازیوں کا نعرہ تکبیر ہے

شہ نے کھینچی سینہ اکبر سے برچی کی انی
کتی روشن خوابِ ابراہیم کی تعبیر ہے

حجرِ اسود سے ہے تیرے جون کا رتبہ بلند
کربلا تو خانہ حق کی نئی تعمیر ہے

یہ وہ صورت ہے ہوا قرآن کا جس پر نزول
چہرہ اکبرِ رسول اللہ کی تصویر ہے

ٹکڑے ٹکڑے لاش ہے زہراء کے نور العین کی
 پرزے پرزے یاروں اللہ کی تحریر ہے

گوجدا ہیں قید خانے شام اور بغداد کے
 پاؤں میں ان قیدیوں کے ایک ہی زنجیر ہے

اس شہ مظلوم اختر کو غم محشر نہیں
 جنت رضوان فقیروں کی تیرے جاگیر ہے



نوحہ

شبیرؑ نہ ہوتے تو اسلام کہاں ہوتا
دنیا میں پیبرؑ کا پیغام کہاں ہوتا

بے تاب تڑپتے تھے ہونے کو فدا اصفؑ
جھولے میں مجاہد کو آرام کہاں ہوتا

اللہ کے خلیفے کا انکار کیا ورنہ
سردار فرشتوں کا بدنام کہاں ہوتا

یہ ثانیؑ زہراؑ ہی کی قید کا صدقہ ہے
ما تم شہ یکس کایوں عام کہاں ہوتا

تا مرگ رہی آنکھیں صفراؑ کی لگی رہ پر
بیار کو فرقت میں آرام کہاں ہوتا

تھی سورہ کوثر کی تفسیر ابھی باقی
جز لخت دل زہراءؑ یہ کام کہاں ہوتا

نوحہ

خیموں کے آس پاس ہیں لاشے پڑے ہوئے
میدان میں حسینؑ ہیں تنہا کھڑے ہوئے

اسلام کے وقار کی اونچی چٹان پر
عباسؑ کی وفا کے ہیں جھنڈے گڑے ہوئے

اصغرؑ کے حلق سے جو اڑا ہے شریف خون
دستارِ مصطفیٰؐ پہ ہیں چھینٹے پڑے ہوئے

زینبؑ نے پردہ ہائے ستم چاک کر دیئے
تھے ورنہ واقعات پہ پردے پڑے ہوئے

زنجیر پر گرے ہیں یہ آنسو؟ نہیں نہیں
عابدؑ کے زیوروں میں ہیں موتی جڑے ہوئے

تم ہی نہیں ہو ایک گدائے درِ بتوں
اس صف میں انبیاءؑ بھی ہیں آخر کھڑے ہوئے



نوح

ماتم شہیدِ راہِ خدا کا ثواب ہے
 یہ سنتِ جنابِ رسالتِ مآب ہے
 اصغر کی لاش کو ہیں اٹھائے ہوئے حسینؑ
 یا ہاتھ میں رسول کے ام الکتاب ہے
 اے موت! زخمِ سینہ اکبر تو دیکھ لے
 کس حال میں رسولِ خدا کا شباب ہے
 زینبؑ کا غم نہیں کہ ردا سر سے چھن گئی
 لیکن خیالِ پردہ اُمِّ رباب ہے
 حُر کو گئے لگا لیا کس اعتماد سے
 شبیرؑ ہے کہ داورِ یومِ الحساب ہے

آئے ہیں کربلا سے جو قیدی دمشق میں
 لوگو! یہ خاندانِ رسالتِ مآب ہے
 تاریخ ہے مصائبِ آلِ رسول کی
 وہ جس کا نام فضلہ عالی جناب ہے
 روشن ہے دل میں داغِ غمِ شاہِ کربلا
 اخترِ مری لحد کا یہی آفتاب ہے



نوحہ

جب کبھی غیرت انساں کا سوال آتا ہے
بنت زہراء ترے پردے کا خیال آتا ہے

درمیاں لاشوں کے تنہا نظر آتے ہیں حسینؑ
جبکہ عاشور کے سورج پہ زوال آتا ہے

موت کس سوچ میں ہے لاشہ اکبرؑ پہ کھڑی
کیا پیہر کی جوانی کا خیال آتا ہے

یہ علمدارؑ کا بیٹا ہے کہ پانی جو ملے
جا کے سجادؑ کی زنجیر پہ ڈال آتا ہے

اے خلافت! ہمیں حق چھنے کا افسوس نہیں
 بس گواہوں کی شرافت کا خیال آتا ہے
 نیام میں رہنے دو تلوارِ علی ابن رسولؐ
 موت کی بات کو اصغرؑ ترا ٹال آتا ہے
 اس کی تعریف ہے یہ کہ ہے سب بابِ بتولؑ
 ورنہ اختر کو کہاں کوئی کمال آتا ہے



نوحہ

صغرا نے آنسوؤں کے کتنے دیے جلائے
پردیس جانے والے پھر لوٹ کے نہ آئے

شاید مہبلہ کی پھر پڑے ضرورت
زہراء کی بیٹیوں کو شبیر ساتھ لائے

خیمے جلانے والے تھے جانشین انہیں کے
بیت نبی کے در پر جو آگ لے کے آئے

لاش حسین پر یوں آئی علی کی بیٹی
روضہ پہ مصطفیٰ کے جیسے بتول آئے

کیا مختصر سپاہ ہے جیسے کہ کربلا میں
شبیر زندگی کے لے کر اصول آئے

روئے کہ دے تسلی بے آس قیدیوں کو
حال اپنے دل کا زینبؑ جا کر کسے سنائے

خاموش بہہ رہے ہیں آنکھوں سے خوں کے آنسو
سجاؤ تو نے دل پر کیا کیا نہ زخم کھائے

چہرے پہ انگلیوں کے اب تک نشان ہیں باقی
زندان میں سیکنہ روتی ہے منہ چھپائے

کیا اہلِ حسیناؑ تم قرآن سمجھ سکو گے
آخر فقیر کی جب باتیں سمجھ نہ پائے



نوحہ

دیران ہے مدینہ آباد کر بلا ہے
گلشن پہ ہے اُداسی جُنگل بسا ہوا ہے

فریاد کر رہی ہے کس درد سے سکینہ
عباس نامور کا لاشہ تڑپ رہا ہے

اصغر کی لاش ہے یہ اُمّ زباب دیکھو
اسلام کو جگا کر معصوم سو گیا ہے

قرآن کے حافظوں نے مارا ہے شاہ دیں کو
کچھ حاجیوں نے مل کر کعبہ گرا دیا ہے

فضہ سے کوئی پوچھے کتنی مصیبتوں کی
زہرا سے ابتداء تھی زینبؓ پہ انتہا ہے

کتنی حقیقتوں سے پردے اٹھے ہوئے ہیں
کس نے کہا کہ زینبؓ بلوے میں بے ردا ہے

آنکھوں میں ہیں یہ آنسو یا سامنے نظر کے
تسلیم موجزن ہے کوثر چھلک رہا ہے

زین العباؓ نے اختر اس دکھ بھرے جہاں میں
ہر زخم سہ کے جینا آسان کر دیا ہے



نوحہ

کعبہ اداس خاک بسر جبریل ہے
اے مجرئی یہ ماتم فخر خلیل ہے

بدلے میں ہیں حسین کہ مصروف گفتگو
سردار دو جہاں سے خدائے جلیل ہے

علی شرافت آدم کا ہے ثبوت
سید نبی خدا کی مقدس دلیل ہے

اسرارِ مغل ہے ہیں شہ دیں کی گود میں
یا مرثیہ کبریا پہ دہائے ظلیل ہے

ہر دور میں سپاہ حسینی ہے سرفراز
ہر دور میں یزید پلید کا لشکر ذلیل ہے

مت پوچھن میں خون کی سرخی ہے کس لئے
عابد کے آنسوؤں کی کہانی طویل ہے

پیغام لے کے آیا ہے صغرا کا نامہ بر
اے عرش کربلا یہ تیرا جبریل ہے

اختر غم حسین میں آنکھیں ہیں انگبار
کوثر جھلک رہا ہے رواں سلبیل ہے



نوحہ

ہائے قاسم تیرے سہرے پہ پھولوں کی جوانی روتی ہے
 ہر فصل بہار تیری سن کر غمگین کہانی روتی ہے
 اے تھنہ دہن یکس دوا کھا کر کے تیری پیاس کو یاد اب بھی
 موجیں سر پیٹا کرتی ہیں دریا کی روانی روتی ہے
 ارمان نکالو جاگو تو مہندی تو لگا لو جاگو تو
 اک رات کی بیابانی دہن خاموش زبانی روتی ہے
 اعداء میں گھرے ہیں سبط نبیؐ آدیکھ حسینؑ کی تنہائی
 غازی کا علم تھراتا ہے اکبرؑ کی جوانی روتی ہے
 معصوم سکینہؑ مت دکھلا بابا کو داغ طمانچوں کے
 تلواری علیؑ کی پہلی سی خیر کی روانی روتی ہے
 مت چھپڑ اے اختر رہنے دے قرطاس و قلم کا افسانہ
 تیرہ سو برس سے دنیا پہ سن سن کے کہانی روتی ہے



نوحہ

دستار ہے حسینؑ کے سر پر رسولؐ کی
 زینبؑ کی پردہ دار ہے چادر بتولؑ کی

ہاتھوں پہ شیر خوار کا لاشہ لئے ہوئے
 شبیرؑ لڑ رہے ہیں لڑائی اصول کی

امت نے خیر اجر رسالت تو کیا دیا
 آلِ نبیؐ کے خون کی قیمت وصول کی

اہلِ حرم کی قید کو منظور کر لیا
 سر دے دیا نہ بیعتِ فاسق قبول کی

قرآن تو دے رہا ہے صدائے عنِ الھوی
 کچھ لوگ کہہ رہے ہیں پیسیرؑ نے بھول کی

کتے حسین ہیں اصغر واکبر حسین کے
بچپن علی ولی کا جوانی رسول کی

دربار میر شام کا منظر عجیب ہے
زیست کو مل رہی ہے وراثت بتوں کی

آخر در بتوں سے ادنیٰ سی شے نہ مانگ
کم ظرف تو نے خواہش جنت فضول کی





بدلی میں گھرا ہے اسلام کا آقا
زیب کا جہاں میں ٹوٹا ہے سہارا

شہ کہتے تھے حُر تھا اک رات کا مہمان
افسوس لعینو مہمان کو مارا

بکھری ہوئی زلفیں اور چہرہ اکبر
والیل کی بدلی و الفجر کا تارا

محتاج جنازہ سردارِ دو عالم
یاروں نے نبی کا منبر تو سنوارا

اکبر تھے نہ اصغر عباس نہ قاسم
مولا تجھے کس نے مقتل میں اتارا

نوحہ

گلشنِ زہراء میں ہے فصلِ خزاں آئی ہوئی
آسمان پر غم کی ہے کالی گھٹا چھائی ہوئی

اُس کو رونے جس کا کوئی بھی نہیں تھا نوحہ گر
لاشہ شبیر پر زینب ہے آج آئی ہوئی

قاصدِ صغرا سے یوں روکر کہا شبیر نے
جاگ لینے دو جوانی کو ہے نیند آئی ہوئی

مجھ کو تنہائی ڈراتی ہے سیکڑہ نے کہا
ہر طرف زنداں میں ہیں تاریکیاں چھائی ہوئی

جس کے پردے کی حیا سے چھپ گیا شمسِ فلک
شام میں کہتے ہیں تھی وہ بے ردا آئی ہوئی

تھے حریصِ دولتِ دنیائے سقیقہ کے غلام
جو کہ ہے اخترِ مرے مولا کی ٹھکرائی ہوئی

نوحہ

یثرب کا مہمان کھڑا ہے
باغیرت انسان کھڑا ہے

دشت بلا میں ایک اکیلا
ہر غم کا عنوان کھڑا ہے

ایک طرف کفار کی فوجیں
ایک طرف ایمان کھڑا ہے

دنیا بھر کے انسانوں پر
جس کا ہے احسان کھڑا ہے

دست اجل کا رستہ روکے
باہمت انسان کھڑا ہے

ایک پھٹا ملبوس پہن کر
عالم کا سلطان کھڑا ہے

دینِ نبیؐ کی لاج کا وارث
پیغمبرؐ کی شان کھڑا ہے

غربت کی تصویر ہے لیکن
پرہیزِ طوفان کھڑا ہے

آخرِ اجرِ رسالت کیا تھا
کیوں تنہا قرآن کھڑا ہے



نوحہ

شبیر تری آیا ہے غربت کا زمانہ
منا نہیں دنیا میں کہیں تجھ کو ٹھکانہ

عباسؑ کے بازو بھی کٹے نہر پہ جا کر
ہمشکل نبیؐ ہو گیا برچھی کا نشانہ

کہتی تھی سیکینہؑ ہیں یہ کیوں ہم پہ جھانیں
کس جرم پہ بابا تیرا دشمن ہے زمانہ

تظہیر کی چادر سر زینبؑ سے چھنے گی
لٹ جائے گا ایمان کی غیرت کا خزانہ

شبیرؑ تیرے قتل کی بنیاد ستیفہ
چھیڑے اخترؑ کہ یہ قصہ ہے پرانا



نوح

بشر سے ہیں آئے کر بل کو بسانے
اسلام کی خاطر گھر بار لٹانے

حر آیا جو در پر ہوا پل میں سکندر
کی بندہ نوازی محبوب خدا نے

ہاتھوں پہ اٹھا کے لئے جاتی ہیں حوریں
بے شیر کو کوثر کے جام پلانے

ہمشکل پیغمبر کے لاشہ پہ گئے شہ
خط صفرا کا لے کر اکبر کو سانے

سر سجدہ میں رکھ کر یہ شہ نے دکھایا
کٹواتے ہیں یوں سر مولا کے دیوانے



نوحہ

صغریٰ کو محرم کا جب چاند نظر آیا
خوش تھی کہ جدائی کا اب وقت گزر آیا

راہ میں جو غبار اٹھتا پیار یہ کہتی تھی
شاید کہ مرا قاصد کچھ لے کے خبر آیا

غمگین ستارو تم خوش ہو کے ذرا چمکو
صغریٰ کو تسلی دو نالوں میں اثر آیا

بیاض سجانے لگی پھر اُڑے ہوئے گھر کو
سجھی شبِ فرقت کو پیغامِ سحر آیا



فقط اک بنی امیہ ہی کو جانیے نہ مجرم
کہ ہے کربلا کی نسبت کسی سازش کہن سے

بڑی دکھ بھری کہانی ہے نبیؐ کی لاڈلی کی
نہ ملی کبھی فراغت جسے رنج اور محن سے

اے اہل درد سمجھیں اُسے اہل ظرف جانیں
جو صلہ فقیر اختر کو ملے گا پختنؑ سے



نوحہ

گلشنِ آلِ پیبرؐ میں خزاں آنے کو ہے
مسندِ ختمِ رسلِ ویران ہو جانے کو ہے

کر بلا والوں کی شاید تفنگی کا ہے خیال
ساقی کوثر ذرا پہلے چلے جانے کو ہے

نوحہ گر جبریلؑ ہے ماتم پاپا ہے چار سو
روشنی چھپے کو ہے اندھیر ہو جانے کو ہے

آج زینبؓ کو نظر آنے لگا بازارِ شام
فاطمہؓ کیا پھر کسی دربار میں جانے کو ہے

گونجی تھی جو فضاؤں میں سلونی کی صدا
وہ صدائے دل نشیں خاموش ہو جانے کو ہے

قصہٗ قرطاس سے نسبت ہے اے اخترِ اس
جو فسانہ ابنِ ملجمؑ آج دہرانے کو ہے

نوحہ

جب کر چکا جہاں سے سفر آخری رسول
بدلی ہوا کہ دین کے بدلے گئے اصول

کچھ لوگ گھر نبیؐ کا جلانے تو آگئے
پوچھا مگر کسی نے نہ حال دل بتول

سمجھے نہ بات سروچمن کی کبھی جہول
ناجنس کر سکے نہ نبیؐ کا اثر قبول

دربارِ میرِ شام میں بنتِ علیؑ نہ تھی
بالوں سے منہ کو ڈھانپ کے روتی رہی بتول

اسلام کا کسی طرح پردہ بچا رہے
زیٹ کی قید علیہ بیمار کو قبول

اللہ کی کتاب کو کافی سمجھ لیا
فرمانِ مصطفیٰ کو گئے لوگ جلد بھول

آخر کچھ اور مانگ لے سوداگری نہ کر
صلہ غم حسین میں جنت نہ کر قبول



نوحہ

دو جہاں میں آج ہے ماتم پنا شبیر کا
مجرہ کہتے ہیں اس کو زینب دگیر کا

قیدیوں کا قافلہ سب منزلیں طے کر چکا
شام کی راہوں میں اب تک شور ہے زنجیر کا

پوچھئے اس سے کہ جس کی گود خالی ہو گئی
کس قدر تھا زخم گہرا تیر کا

خط کا پھر دینا جواب اے قاصد صغرا مگر
یہ بتا پہلے سب کیا تھا تیری تاخیر کا

بے کفن کرب و بلا میں کیوں رہی لاشہ حسینؑ
کیا کفن کافی نہیں تھا چادرِ تطہیر کا

عزم جس کا عزم حق ہے نام ہے جس کا حسین
اک پیامِ مستقل ہے مالکِ تقدیر کا

تھا گماں جن کو نبیؐ کے حکم پر ہڈیاں کا
کیا ادب کرتے رسولؐ اللہ کی تحریر کا

قاتلِ محسن کو اے اخترِ ذرا پہچان لے
خونِ اصغرؑ دوسرا رُخ ہے اسی تصویر کا



نوحہ

اُچی تھی سقیفہ سے گھٹنا جڑیں و ہوا کی
 کربل میں لگی آکے جھڑی جو رو جفا کی
 بارخِ فداک تیرے تو چھنے کا نہیں غم
 شکوہ ہے کہ تعظیم نہ زہراء کی ذرا کی
 خیموں میں لگی آگ نئی بات نہیں ہے
 جلتے ہوئے قرآن نے شعلوں سے بنا کی
 ماتم کی اڑا خاک ٹو اے شامِ غربیاں
 اُڑی ہوئی بستی پہ غریبِ الغریا کی
 میدانِ حمل میں یہ صدا گونج رہی ہے
 امت نے پیپیر کے وحی سے نہ وفا کی
 ہڈیاں سمجھتے تھے جو فرمانِ نبی کو
 کرنے لگے تفسیر غلط فی القرباء کی
 یارانِ نبی ساعدہ آرام سے جا بیٹھیں
 اختر نے نہیں بات دل آزار ذرا کی

نوحہ

ماتم کی صداؤں سے زمانے کو ہلا دو
پھر دہر کو شبیر کا پیغام سنا دو

دیر ہوگئی صغرا تیرا قاصد نہیں آیا
روضہ پہ پیغمبر کے چراغوں کو بجھا دو

دربار ستم گر میں چلی ثانی زہرا
سوئے ہوئے پیار کی زنجیر ہلا دو

شاہ کہتے تھے اکبرؑ جو چلے مرنے کو دن میں
اس چاند کو والیل کی بدلی میں چھپا دو

روئے گی بہت شام کے زندان میں سیکینہ
معصوم کو انداز تیشی کے سکھا دو

آخر یہ صدا آتی ہے کربل کی زمیں سے
آزاد ہو باطل کی حکومت کو مٹا دو

نوحہ

دشتِ غربت کو آبسایا ہے
تو نے شبیرِ گھر لٹایا ہے

گھر کے اعداء میں زیرِ خنجر بھی
تو نے پیغامِ حق سنایا ہے

کیا سیکڑ کی آس ٹوٹ گئی
ذوالجناح بے سوار آیا ہے

لاشِ قاسم پہ تیرے برے ہیں
چاند پر بادلوں کا سایہ ہے

غش سے آنکھیں تو کھول اے اصغر!
تیرا قاصد پیام لایا ہے

تیرے پردے کی خیر ہو زینت
کوئی نیزے پہ پڑھ کے آیا ہے

جس کو فصلِ بہار روتی تھی
تو نے ایسا چمن لٹایا ہے



نوحہ

یہ شبیہ مصطفیٰ کی ہے اذانِ صبح گاہی
جو حسین کی رضا ہے وہی مرضی الہی

اے تاج و تخت سے کیا اے کیا غرض پہ سے
کہ حسین بے نوا کی ہے دلوں پہ بادشاہی

ترا غم چراغِ منزل ہے ہر یک راستے کا
اے غریبِ دھت کر بل شہ دیں جہاں پناہی

کوئی انقلاب آئے ترا غم سدا جواں ہے
کہ ثبوت ہے خدا کا تیرا خون بے گناہی

یہ اٹھا کے لاشِ اصغر کو حسین کہہ رہے تھے
مری فوج مختصر کا ہے یہ آخری سپاہی

نہ حسین تجھ سے امت نے کیا نباہ ورنہ
تیری لاڈلی سیکنڈ نے تو قید بھی نباہی

تیری آبرو پہ پہرے تری بے ردا بہن کے
تیرے عزم کی پیامبر ہے اسیر شامِ راہی

سوئے خلد ح چلا ہے کوئی اس کی شان دیکھے
نہ فقیہ شہر ہے یہ نہ مرید خانقاہی

یہ گلہ سدا رہے گا کہ جنابِ فاطمہ کی
نہیں امت پیغمبرؐ نے قبول کی گواہی

تیرے در پہ جب بھی اختر نے کیا سوال مولا
تیرا سوزِ عشق مانگا کبھی زندگی نہ چاہی





بدلی میں گھرا ہے اسلام کا آقا
زمین کا جہاں میں ٹوٹا ہے سہارا

شہ کہتے تھے خُڑ تھا اک رات کا مہمان
افسوس لعینو مہمان کو مارا

بکھری ہوئی زلفیں اور چہرہ اکبر
والیل کی بدلی و الفجر کا تارا

محتاج جنازہ سردارِ دو عالم
یاروں نے نبی کا منبر تو سنوارا

اکبر تھے نہ اصغر عباس نہ قاسم
مولا تجھے کس نے قتل میں اتارا

آتی ہیں صدائیں یہ باغِ فدک سے
ایمان کا سودا دولت کا خسارہ

عباسؑ سدھارے چلائی سیکینڈ
زندگیاں میں ہوگا اب کون ہمارا

جس آگ نے اخترِ قرآن کو جلایا تھا
ہے کرب و بلا بھی اسی کا ہی شرارہ



نوحہ

بادل ستم کے چاند پہ زہراء کے چھا گئے
جھونکے خزاں کے باغ پیہر میں آ گئے

لاشہ جواں پر کا اٹھایا نہ جاسکا
امت کا شاہ بار شفاعت اٹھا گئے

نہنے سے اک شہید کا ماتم جہا نہیں ہے
حیر اہل کو دیکھ کے جو مسکرا گئے

ابن حسن کی پیاس کو کر یاد اے فرأت!
ہاتھوں پہ اپنے خون کی مہندی لگا گئے

کرب و بلا کی خاک کو اکسیر کر دیا
گھر کو لٹا کے دشت میں بستی بسا گئے

قرآن جل بجھا تھا سقیفہ کی آگ میں
شعلے جو بج رہے تھے وہ خیمے جلا گئے



نوحہ

گلشنِ زہراء میں ہے فصلِ خزاں آئی ہوئی
آسمان پر غم کی ہے کالی گھٹا چھائی ہوئی

اس کو رونے جس کا کوئی بھی نہیں تھا نوحہ گر
لاشہ شبیر پر زینب ہے آج آئی ہوئی

قاصدِ صغرا سے یوں روکر کہا شبیر نے
جاگ لینے دو جوانی کو ہے غنیمت آئی ہوئی

مجھ کو تنہائی ڈراتی ہے سیکینہ نے کہا
ہر طرف زنداں میں ہیں تاریکیاں چھائی ہوئی

جس کے پردے کی حیا سے چھپ گیا شمسِ فلک
شام میں کہتے ہیں تھی وہ بے ردا آئی ہوئی

تھے حریصِ دولت دنیائے سقیقہ کے غلام
جو کہ ہے اخترِ مرے مولا کی ٹھکرائی ہوئی

نوحہ

یثرب کا مہمان کھڑا ہے
باغیرت انسان کھڑا ہے

دشت بلا میں ایک اکیلا
ہر غم کا عنوان کھڑا ہے

ایک طرف کفار کی فوجیں
ایک طرف ایمان کھڑا ہے

دنیا بھر کے انسانوں پر
جس کا ہے احسان کھڑا ہے

دست اجل کا رستہ روکے
باہمت انسان کھڑا ہے

ایک پھٹا ملبوس پہن کر
عالم کا سلطان کھڑا ہے

دینِ نبیؐ کی لاج کا وارث
پیغمبرؐ کی شان کھڑا ہے

غربت کی تصویر ہے لیکن
پُر ہیبت طوفان کھڑا ہے

آخرِ اہرِ رسالت کیا تھا
کیوں تھا قرآن کھڑا ہے



نوحہ

شبیر تری آیا ہے غربت کا زمانہ
منا نہیں دنیا میں کہیں تجھ کو ٹھکانہ

عباسؑ کے بازو بھی کٹے نہر پہ جا کر
بمشکل نبیؐ ہو گیا برچھی کا نشانہ

کہتی تھی سیکنڈ ہیں یہ کیوں ہم پہ جفائیں
کس جرم پہ بابا تیرا دشمن ہے زمانہ

تطہیر کی چادر سر زینبؓ سے چھنے گی
لٹ جائے گا ایمان کی غیرت کا خزانہ

شبیر تیرے قتل کی بنیاد سقیفہ
چھیڑے اختر کہ یہ قصہ ہے پرانا



نوحہ

بشرب سے ہیں آئے کرمل کو بسانے
اسلام کی خاطر گھر بار لٹانے

حر آیا جو در پر ہوا پل میں سکندر
کی بندہ نوازی محبوب خدا نے

ہاتھوں پہ اٹھا کے لئے جاتی ہیں حوریں
بے شیر کو کوثر کے جام پلانے

ہمشکل پیغمبر کے لاشہ پہ گئے شہ
خط صغرا کا لے کر اکبر کو سنانے

سر سجدہ میں رکھ کر یہ شہ نے دکھایا
کٹواتے ہیں یوں سر مولا کے دیوانے



نوحہ

صغریٰ کو محرم کا جب چاند نظر آیا
خوش تھی کہ جدائی کا اب وقت گذر آیا

راہ میں جو غبار اٹھتا بیمار یہ کہتی تھی
شاید کہ مرا قاصد کچھ لے کے خبر آیا

غمگین ستارو تم خوش ہو کے ذرا چمکو
صغریٰ کو تسلی دو نالوں میں اثر آیا

بیاض سجانے لگی پھر اجڑے ہوئے گھر کو
سجھی شبِ فرقت کو پیغامِ سحر آیا



فقط اک بنی امیہ ہی کو جاپیے نہ مجرم
کہ ہے کربلا کی نسبت کسی سازش کہن سے

بڑی دکھ بھری کہانی ہے نبیؐ کی لاڈلی کی
نہ ملی کبھی فراغت جسے رنج اور محن سے

اسے اہل درد سمجھیں اُسے اہل ظرف جانیں
جو صلہ فقیر اختر کو ملے گا نچتنؑ سے



نوحہ

گلشنِ آلِ پیبرؐ میں خزاں آنے کو ہے
مسدِ ختمِ رسلِ ویران ہو جانے کو ہے

کربلا والوں کی شاید تشنگی کا ہے خیال
ساقی کوثر ذرا پہلے چلے جانے کو ہے

نوحہ گر جبریلؑ ہے ماتم بپا ہے چار سو
روشنی چھپے کو ہے اندھیر ہو جانے کو ہے

آج زینبؑ کو نظر آنے لگا بازارِ شام
فاطمہؑ کیا پھر کسی دربار میں جانے کو ہے

گوخجی تھی جو فضاؤں میں سلونی کی صدا
وہ صدائے دل نشیں خاموش ہو جانے کو ہے

قصہٴ قرطاس سے نسبت ہے اے اخترِ اس
جو فسانہٴ ابنِ ملجم آج دہرانے کو ہے

نوحہ

جب کر چکا جہاں سے سفر آخری رسول
بدلی ہوا کہ دین کے بدلے گئے اصول

کچھ لوگ گھر نبیؐ کا جلانے تو آگئے
پوچھا مگر کسی نے نہ حال دلی بتول

سمجھے نہ بات سروچمن کی کبھی جہول
تاجنس کر سکے نہ نبیؐ کا اثر قبول

دربارِ میرِ شام میں بنتِ علیؑ نہ تھی
بالوں سے منہ کو ڈھانپ کے روتی رہی بتول

اسلام کا کسی طرح پردہ بچا رہے
زینبؓ کی قید علیؓ بیمار کو قبول

اللہ کی کتاب کو کافی سمجھ لیا
فرمانِ مصطفیٰ کو گئے لوگ جلد بھول

اختر کچھ اور مانگ لے سوداگری نہ کر
صلہ غم حسینؑ میں جنت نہ کر قبول



نوحہ

دو جہاں میں آج ہے ماتم پنا شیر کا
معجزہ کہتے ہیں اس کو زینب دگیر کا

قیدیوں کا قافلہ سب منزلیں طے کر چکا
شام کی راہوں میں اب تک شور ہے زنجیر کا

پوچھئے اس سے کہ جس کی گود خالی ہو گئی
کس قدر تھا زخم گہرا تیر کا

خط کا پھر دینا جواب اے قاصد صغرا مگر
یہ بتا پہلے سب کیا تھا تیری تاخیر کا

بے کفن کرب و بلا میں کیوں رہی لاشہ حسینؑ
کیا کفن کافی نہیں تھا چادرِ تطہیر کا

عزم جس کا عزم حق ہے نام ہے جس کا حسین
اک پیام مستقل ہے مالک تقدیر کا

تھا گماں جن کو نبی کے حکم پر ہدیان کا
کیا ادب کرتے رسول اللہ کی تحریر کا

قاتل محسن کو اے اختر ذرا پہچان لے
خونِ اصغر دوسرا رخ ہے اسی تصویر کا



نوحہ

اچھی تھی سیفہ سے گھٹا حرص و ہوا کی
 کر بل میں لگی آکے جھڑی جو رو جفا کی
 باغِ فدک تیرے تو چھٹنے کا نہیں غم
 شکوہ ہے کہ تعظیم نہ زہراء کی ذرا کی
 خیموں میں لگی آگ نئی بات نہیں ہے
 جلتے ہوئے قرآن نے شعلوں سے بنا کی
 ماتم کی اڑا خاک ٹو اے شامِ غربیاں
 اُڑی ہوئی بستی پہ غریبِ الغریا کی
 میدانِ جمل میں یہ صدا گونج رہی ہے
 امت نے پیبرؐ کے وحی سے نہ وفا کی
 ہدیان سمجھتے تھے جو فرمانِ نبیؐ کو
 کرنے لگے تفسیر غلط فی القرباء کی
 یارانِ بنی ساعدہ آرام سے جا بیٹھیں
 اختر نے نہیں بات دل آزار ذرا کی

نوحہ

ماتم کی صداؤں سے زمانے کو ہلا دو
پھر دہر کو شبیر کا پیغام سنا دو

دیر ہوگئی صغرا تیرا قاصد نہیں آیا
روضہ پہ پیغمبر کے چراغوں کو بجھا دو

دربار ستم گر میں چلی غافل زہرا
سوئے ہوئے پیار کی زنجیر ہلا دو

شاہ کہتے تھے اکبر جو چلے مرنے کو رن میں
اس چاند کو دالیل کی بدلی میں چھپا دو

روئے گی بہت شام کے زندان میں سیکنہ
معصوم کو انداز یتیمی کے سکھا دو

آخر یہ صدا آتی ہے کرہل کی زمیں سے
آزاد ہو باطل کی حکومت کو مٹا دو

نوحہ

دشّتِ غربت کو آبسایا ہے
تو نے شبیرِ گھر لٹایا ہے

گھر کے اعداء میں زیرِ مخنجر بھی
تو نے پیغامِ حق سنایا ہے

کیا سیکنہ کی آس ٹوٹ گئی
ذوالجناح بے سوار آیا ہے

لاشِ قاسم پہ تیرے برے ہیں
چاند پر بادلوں کا سایہ ہے

غش سے آنکھیں تو کھول اے اصغر!
تیرا قاصد پیام لایا ہے

تیرے پردے کی خیر ہو زینب
کوئی نیزے پہ چڑھ کے آیا ہے

جس کو فصلِ بہار روتی تھی
تو نے ایسا چمن لٹایا ہے



نوحہ

یہ شبیہ مصطفیٰ کی ہے اذانِ صبح گاہی
جو حسین کی رضا ہے وہی مرضی الہی

اسے تاج و تخت سے کیا اسے کیا غرض سپہ سے
کہ حسین بے نوا کی ہے دلوں پہ بادشاہی

ترا غم چراغِ منزل ہے ہر یک راستے کا
اے غریبِ دشتِ کربل شہ دیں جہاں پناہی

کوئی انقلاب آئے ترا غم سدا جواں ہے
کہ ثبوت ہے خدا کا تیرا خون بے گناہی

یہ اٹھا کے لاشِ اصغرؑ کو حسینؑ کہہ رہے تھے
مری فوج مختصر کا ہے یہ آخری سپاہی

نہ حسینؑ تجھ سے امت نے کیا نباہ ورنہ
تیری لاڈلی سیکنہ نے تو قید بھی نباہی

تیری آبرو پہ پہرے تری بے ردا بہن کے
تیرے عزم کی پیامبر ہے اسیرِ شام راہی

سوئے خلدِ حِ چلا ہے کوئی اس کی شان دیکھے
نہ فقیہ شہر ہے یہ نہ مریدِ خانقاہی

یہ گلہ سدا رہے گا کہ جنابِ فاطمہؑ کی
نہیں امتِ پیبرؐ نے قبول کی گواہی

تیرے در پہ جب بھی اختر نے کیا سوالِ مولّا
تیرا سوزِ عشق مانگا کبھی زندگی نہ چاہی

